بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

سیرۃ النبیؐ نمبر

ہفت روزہ

بدر

قادیان

Weekly
BADAR Qadian

شمارہ
39-40
شرح چندہ
سالانہ 800 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ
یا 80 ڈالر امریکن یا 60 یورو

جلد
70
ایڈیٹر
منصور احمد

22-29 صفر 1443 ہجری قمری • 30 تبوک-7 اخاء 1400 ہجری شمسی • 30 ستمبر-7 اکتوبر 2021ء Postal Reg. No. GDP/001/2019-22

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد نبویؐ کا ایک خوبصورت منظر

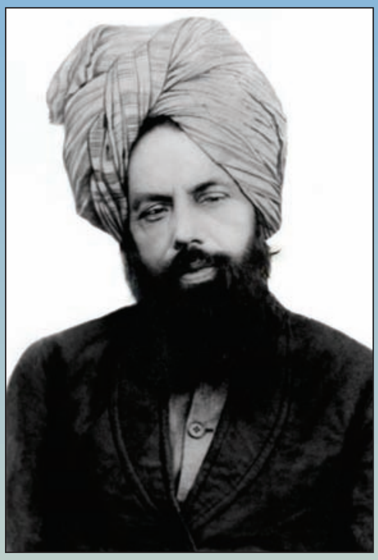

تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ

امام الزمان سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘ (سراج منیر، روحانی خزائن، جلد12، صفحہ 82)

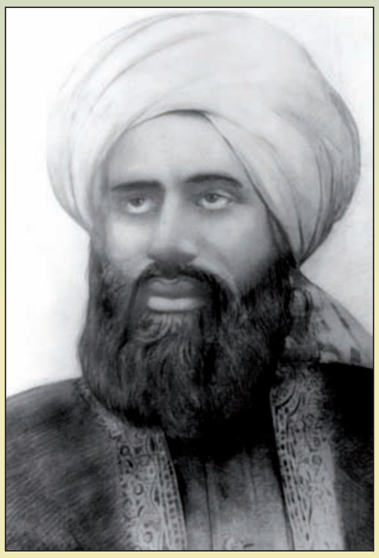

جس کو خدا تعالیٰ نے عظیم کہا وہ کس قدر عظیم ہوگا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ کس درجہ کا انسان تھا؟ رسول اللہ ﷺ کے درجہ کا پتہ لگانا، اس کے واسطے یہ آیتیں سامنے رکھنی چاہئیں۔(1) اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم:5) اور دوسری میں فرماتا ہے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء:114) اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کو عظیم فرماتا ہے اور اُن پر جو فضل ہوا اُسے بھی عظیم فرمایا۔ اب خیال کرو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے عظیم کہا وہ کس قدر عظیم ہوگا۔ اب جو رسول اس شان کا ہے اس کے بغیر ہم کو کسی اور کے مقتدا بنانے کی رنج بھی کیا ہوئی۔‘‘ (خطبات نُور، صفحہ 464، خطبہ جمعہ فرمودہ 25/مارچ 1910)

وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’وہ کیا جانیں کہ محمد ﷺ کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے، میرا مطلوب ہے، اس کی غلامی میرے لئے عزت کا باعث ہے اور اسکی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم دیتی ہے، اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں، وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اس سے کیوں محبت نہ کروں، وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔‘‘ (انوار العلوم، جلد2، صفحہ 503)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

قیصر رُوم نے کہا تھا کہ اگر مجھے موقع ملتا تو مَیں آنحضرتؐ کے پاؤں دھوتا اگر کوئی ثابت کرے کہ مسیحؑ کیلئے کسی ادنیٰ جاگیردار نے بھی ایسا کہا ہے تو ایسے شخص کیلئے ایک ہزار روپے کا نقد انعام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ پُرشوکت انعامی چیلنج ہم آپ کی کتاب نُورالقرآن نمبر 2 رُوحانی خزائن جلد 9 سے پیش کررہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید کے کمالات کے اظہار کے لئے نُورالقرآن کے نام سے ایک رسالہ جاری فرمایا تھا لیکن بے انتہاء مصروفیات کی وجہ سے اس کے دو ہی نمبر نکل سکے تھے۔ دوسرے شمارے یعنی نُورالقرآن نمبر 2 میں آپ نے پادری فتح مسیح ساکن فتح گڑھ ضلع گورداسپور کے اُن اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس نے سرورِ کائنات فخر موجودات خاتم النّبیین امام الطّیبین وسیّد المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواج مطہرات پر کئے ہیں۔ یہاں پر ہم پادری فتح مسیح کا وہ اعتراض اور اس کا جواب درج کرتے ہیں جس پر سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح مسیح کو ایک ہزار روپے کا نہایت پُرشوکت انعامی چیلنج دیا تھا۔ پادری فتح مسیح نے اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی پر اعتراض کیا کہ آپؐ نے 9 سال کی عمر میں حضرت عائشہؓ سے شادی کی جو کہ شریعت کی خلاف ورزی ہے اور اس طرح یہ شادی نہیں بلکہ زنا ہے۔ اگر یہ فعل خلافِ شرع تھا تو پادری فتح مسیح کو قرآن کریم نہیں تو کم ازکم توریت یا انجیل سے کوئی حوالہ دینا چاہئے تھا تا معلوم ہوتا کہ 9 سال کی لڑکی سے شادی کرنا واقعی شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن حوالہ پادری فتح مسیح نے کسی آسمانی کتاب کا نہیں بلکہ گورنمنٹ انگریزی کا دیا کہ گورنمنٹ انگریزی میں شادی کی عمر اٹھارہ (18) سال ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا حوالہ دیکر یہ پادری پوچھتا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گورنمنٹ انگریزی میں ہوتے تو یہ گورنمنٹ اُن سے کیا سلوک کرتی؟

پادری فتح مسیح کی یہ خباثت ہے کہ ایک فعل کو خلافِ شرع بتا کر حوالہ کسی آسمانی کتاب کا نہ دیکر گورنمنٹ انگریزی کا دیتا ہے۔ یہ پادری اس قدر شوخ اور بے باک کیوں ہوتے ہیں کہ پاکوں کے پاک، اور کروڑوں انسان کے مقتدا اور رہنما پر بھی ایسے گھٹیا الزامات لگاتے ہوئے ان کے دل کانپتے نہیں۔ ایسی بے شرمی اور بے حیائی پر یہ کیسے اُتارو ہوجاتے ہیں۔ یہ بے باکی ان سے کیوں سرزد ہوتی ہے اس تعلق میں ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ ارشادات پیش کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

یادرہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر اور توہین اور گالیاں دینے میں اوّل نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے جنہوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے۔ (نُورالقرآن نمبر 2 رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 375)

پادری حضرات خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم پر، سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس واطہر پر درندوں کی طرح کیوں حملہ کرتے ہیں، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اصل بات یہ ہے کہ عیسائی قرآن شریف پر بہت ہی ناراض ہیں اور ناراض ہونے کی وجہ یہی ہے کہ قرآن شریف نے تمام پروبال عیسائی مذہب کے توڑ دیئے ہیں۔ ایک انسان کا خدا بننا باطل کر کے دکھلا دیا۔ صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کر دیا اور انجیل کی وہ تعلیم جس پر عیسائیوں کو ناز تھا نہایت درجہ ناقص اور نکمّا ہونا اس کا بپایۂ ثبوت پہنچا دیا۔ تو پھر عیسائیوں کا جوش ضرور نفسانیت کی وجہ سے ہونا چاہئے تھا۔ پس جو کچھ وہ افترا کریں تھوڑا ہے۔“ (چشمہ مسیحی، رُوحانی خزائن جلد 20، صفحہ 343)

ہفت روزہ بدر ”سیرۃ النبیؐ نمبر“

فہرست مضامین

	صفحہ
اداریہ وفہرست مضامین	1
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عظیم الشان مقام و مرتبہ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں	2
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی اُمت کو زرّیں نصائح	3
ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	4
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ	5
تمام روحانی فیوض کے حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اور یہ آپ کی ختم نبوت کی دلیل ہے (حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	10
دنیا کا محسن (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)	13
احمدی مستورات کو امہات المومنین کے نمونہ پر چلنے کی تلقین (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)	19
سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قوتِ قدسیہ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)	23
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہر علم النفس کی حیثیت میں (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ)	29
توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم (مولانا منیر احمد خادم، ناظر اصلاح وارشاد جنوبی ہند)	31
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان عفو و درگزر (منصور احمد مسرور)	33

......☆......☆......☆......

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”پادریوں ...... کی چھاتی پر اسلام ہی پتّھر ہے ورنہ باقی تمام مذاہب اُن کے نزدیک نامَرد ہیں۔ ہندو بھی عیسائی ہو کر اسلام کے ہی رَدّ میں کتابیں لکھتے ہیں۔ رامچندر اور ٹھاکر داس نے اسلام کی تردید میں اپنا سارا زور لگا کر کتابیں لکھی ہیں۔ بات یہ ہے کہ اُن کا کانشنس کہتا ہے کہ اُن کی ہلاکت اسلام ہی سے ہے۔ طبعی طور پر خوف اُن کا ہی پڑتا ہے، جن کے ذریعہ ہلاکت ہوتی ہے۔ ایک مُرغی کا بچہ بلی کو دیکھتے ہی چلانے لگتا ہے۔ اسی طرح پر مختلف مذاہب کے پیرو عموماً اور پادری خصوصاً جو اسلام کی تردید میں زور لگا رہے ہیں، یہ اسی لئے ہے کہ اُن کو یقین ہے، اندر ہی اندر اُن کا دل اُن کو بتاتا ہے کہ اسلام ہی ایک مذہب ہے، جو ملل باطلہ کو پیس ڈالے گا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 160، مطبوعہ قادیان 2018)

ایک اَور وجہ ہے جو یہ دیسی اور اسلام سے مُرتد پادری جی جان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرتے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان دیسی پادریوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ مرتدین:

”گرجاؤں میں بھوک کی وجہ سے جو گلاتی جاتی تھی جمع ہوئے اور یہ سب کچھ ان کے مالوں کے لالچ اور ان کے اقبال پر نظر دوڑانے سے ظہور میں آیا اور پھر انہوں نے شروع کیا کہ آنحضرت خیر الانام کے حق میں سخت اور نئے نئے درشت کلمے استعمال کر کے پادریوں کو خوش کرتے اور نئی نئی قسم کی اہانتیں اور اختراع اور اعتراض ان کے لئے بناتے تا کہ ان کو دکھلاویں کہ وہ اسلام سے متنفر اور عیسائی مذہب میں بڑے پکے ہیں اور تا کہ ان بے ادبی کی باتوں سے ان کے خاص مصاحب بن جائیں اور ان کے توسط سے اپنی حاجتیں پوری کریں۔“

(نُورالحق اَلْحِصَّۃِ الْاُوْلٰی رُوحانی خزائن جلد 8 صفحہ 47)

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ تعلیم یافتہ کہلاتے ہوئے اور تہذیب کا دعویٰ کرتے ہوئے کروڑوں انسانوں کے پیشواؤں پر قیاسی باتوں کی بناء پر کس طرح حملہ کر دیتے ہیں حالانکہ خود ان

باقی صفحہ نمبر 38 پر ملاحظہ فرمائیں

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر رحمت بھیجتے ہیں

اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو

آنحضرت ﷺ کا عظیم الشان مقام ومرتبہ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں

آنحضرت ﷺ کی اطاعت صالح، شہید، صدیق اور نبی کا مقام دلا سکتی ہے

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا ○ (النساء:70)

ترجمہ: اور جو بھی اللہ کی اور اس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں بہت سے قابل توجہ امور ہیں۔ پہلا یہ کہ الرسول سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں یعنی یہ خاص رسول۔

دوسرا یہ کہ اگر تم اس رسول کی اطاعت کرو گے تو ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن میں نبی بھی شامل ہیں اور صدیق بھی اور شہید بھی اور صالح بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی متابعت میں نبی بھی آسکتا ہے، یعنی وہ جو اس رسول کی اطاعت کرنے والا ہو۔

اس جگہ مَعَ کے معنے بعض علماء کی طرف سے اصرار کے ساتھ یہ کئے جاتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ہوں گے اور ان میں سے نہیں ہوں گے۔ اس کی تائید میں وہ کہتے ہیں کہ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا فرمایا ہے کہ وہ بہترین ساتھی ہوں گے یعنی وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے خود نبی نہ ہوں گے۔ اس آیت کا یہ ترجمہ آنحضرت ﷺ کی شدید گستاخی ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس آیت کا مطلب یوں بنے گا کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہ ہوں گے۔ وہ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود صدیق نہ ہوں گے۔ وہ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود شہید نہ ہوں گے۔ وہ صالحین کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ ہوں گے۔ قرآن مجید کی کئی آیات میں مَعَ کا لفظ مِنۡ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً دیکھیں آل عمران: 194، النساء: 147، الحجر: 32

علاوہ ازیں یہاں مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ کے بعد مِنَ النَّبِيّٖنَ فرمایا گیا ہے۔ یہ مِنۡ بیانیہ کہلاتا ہے، مراد ہے ان کے ساتھ یعنی ان میں سے۔

آپ ﷺ کی اتباع محبت الٰہی کے حصول کا موجب ہے

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ○ (ال عمران:32)

ترجمہ: تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اللہ کے قرب کا وسیلہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ وَجَاهِدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِهٖ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ○ (المائدہ:36)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے قرب کا وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اللہ کی طرف وسیلہ پکڑنے میں وسیلہ سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اب براہ راست اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اختیار نہ کیا جائے۔ اذان کے بعد کی دعا بھی جس میں وسیلہ کا ذکر ہے، اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا وجود قوم کیلئے تعویذ ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمۡ وَهُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ ○ (انفال:34)

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جب کہ تُو ان میں موجود ہو اور اللہ ایسا نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ وہ بخشش طلب کرتے ہوں۔

آپ ﷺ کے احیائے موتی کا مفہوم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوۡلُ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ○ (انفال:25)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا کرو جب وہ تمہیں بلائے تا کہ وہ تمہیں زندہ کرے اور جان لو کہ اللہ انسان اور ان کے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ بھی (جان لو) کہ تم اسی کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اس آیت میں مُردوں کے زندہ ہونے کی واضح تشریح موجود ہے۔ غلطی سے عیسائی حضرت عیسیٰ کے اِحیاءِ موتی سے ظاہری طور پر مُردوں کو زندہ کرنا خیال کرتے ہیں۔ پس جب آنحضرت ﷺ نے روحانی مُردوں کو اپنی طرف بلایا کہ آؤ میں تمہیں زندہ کروں تو یہ بات کھل گئی کہ وہ قبروں میں پڑے ہوئے مُردے نہیں تھے بلکہ عرب کے روحانی مُردے تھے۔

اللہ اور فرشتوں کا آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجنا

مومنین کو آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓـئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ○ (احزاب:57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کریمہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کیلئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف، تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق وصفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کیلئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر درود بھیجیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد اول، صفحہ 32، مطبوعہ 2018 قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت کو زرّیں نصائح

۞ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ: اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفۡضَلُ الدُّعَاءِ: اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بہترین ذکر کلمۂ توحید ہے یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بہترین دعا الحمد للہ ہے۔

۞ قَالَ لِیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی کَنۡزٍ مِنۡ کُنُوۡزِ الۡجَنَّۃِ؟ فَقُلۡتُ بَلٰی یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ! قَالَ: لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(بخاری، کتاب الدعوات، باب قول لاحول ولاقوۃ الّا باللہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا میں تجھے جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے ضرور بتایئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ لاحول پڑھا کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ مجھ میں برائیوں سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکیوں کے کرنے کی قوّت۔

۞ عَنۡ سَلۡمَانَ الۡفَارِسِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ حَیِیٌّ کَرِیۡمٌ یَسۡتَحۡیِی اِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ اِلَیۡہِ یَدَیۡہِ اَنۡ یَّرُدَّھُمَا صِفۡرًا خَائِبَیۡنِ۔ (ترمذی، کتاب الدعوات)

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بڑا حیاوالا، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔ یعنی صدقِ دل سے مانگی ہوئی دعا کو وہ ردّ نہیں کرتا بلکہ قبول فرماتا ہے۔

۞ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: مَنۡ سَرَّہٗ اَنۡ یَسۡتَجِیۡبَ اللّٰہُ لَہٗ عِنۡدَ الشَّدَائِدِ وَالۡکُرَبِ فَلۡیُکۡثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ۔ (ترمذی، ابواب الدعوات، باب دعوۃ المسلم مستجابۃ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف کے وقت اس کی دعاؤں کو قبول کرے تو اسے چاہئے کہ فراخی اور آرام کے وقت بکثرت دعا کرے۔

۞ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنۡ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوۡحِیۡ اَرُدُّ عَلَیۡہِ السَّلَامَ۔

(ابوداؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کیلئے اللہ تعالیٰ میری رُوح کو واپس لوٹا دیگا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کو اس درود کا ایسا اجر اور ثواب ملے گا جیسے خود حضورؐ سلام و درود کا جواب مرحمت فرما رہے ہوں)

۞ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا یُبۡعَثُ النَّاسُ عَلٰی نِیَّاتِہِمۡ۔ (ابن ماجہ، ابواب الزھد باب النیۃ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کا حشر ان کی نیتوں کے مطابق ہوگا (یعنی اپنی اپنی نیت کے مطابق وہ اجر پائیں گے)

۞ عَنۡ جَرِیۡرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ کُنَّا جُلُوۡسًا عِنۡدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اِلَی الۡقَمَرِ لَیۡلَۃَ الۡبَدۡرِ فَقَالَ اِنَّکُمۡ سَتَرَوۡنَ رَبَّکُمۡ کَمَا تَرَوۡنَ ھٰذَا الۡقَمَرَ لَا تُضَامُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡیَتِہٖ فَاِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَلَّا تُغۡلَبُوۡا عَلٰی صَلٰوۃٍ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَصَلٰوۃٍ قَبۡلَ غُرُوۡبِ الشَّمۡسِ فَافۡعَلُوۡا۔

(بخاری، کتاب التوحید والرد علی الجھمیۃ وغیرھم، باب قول اللہ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ)

حضرت جریر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، رات کا وقت تھا۔ آپؐ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم اپنے پروردگار کو اسی طرح بلا روک ٹوک دیکھو گے جس طرح اس چودھویں کے چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اس شرف کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہو تو فجر اور عصر کی نماز وقت پر پڑھنے میں کوتاہی نہ ہونے دو۔

۞ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ مَنۡ لَّا یَشۡکُرِ النَّاسَ لَا یَشۡکُرِ اللّٰہَ (ترمذی، باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ (یعنی کسی شخص کے احسان کے نتیجہ میں انسان کو اگر کوئی نعمت یا بھلائی حاصل ہو تو جہاں اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے وہاں اس مُحسن شخص کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے)

۞ عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَا یُبۡدَأُ فِیۡہِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ فَھُوَ اَقۡطَعُ

(الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف، (2) کشّاف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ کام جو بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔

۞ عَنۡ اَبِیۡ مُوۡسَی الۡاَشۡعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عِنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ الَّذِیۡ یَذۡکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیۡ لَا یَذۡکُرُہٗ مَثَلُ الۡحَیِّ وَالۡمَیِّتِ۔ وَرَوَاہُ مُسۡلِمٌ فَقَالَ مَثَلُ الۡبَیۡتِ الَّذِیۡ یُذۡکَرُ اللّٰہُ فِیۡہِ وَالۡبَیۡتِ الَّذِیۡ لَا یُذۡکَرُ اللّٰہُ فِیۡہِ مَثَلُ الۡحَیِّ وَالۡمَیِّتِ۔ (بخاری، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکرِ الٰہی کرنے والے اور ذکرِ الٰہی نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔ (یعنی جو ذکرِ الٰہی کرتا ہے وہ زندہ ہے اور جو نہیں کرتا وہ مُردہ ہے)

مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جن میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا، ان کی مثال زندہ اور مُردہ کی طرح ہے۔

(ماخوذ از کتاب حدیقۃ الصالحین، مصنفہ ملک سیف الرحمن صاحب)

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النّبیین وخیر المرسلین ہیں

’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُبّ لُباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّن وخیر المرسلین ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ اوّل، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 169)

اعلیٰ درجہ کا جوانمرد، زندہ اور خدا تعالیٰ کا پیارا نبیؐ

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفی واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔‘‘ (سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 82)

ہمیشہ کی روحانی زندگی والا اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا نبیؐ

’’اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اَے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کی رُوحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم رُوح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔‘‘

(تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 141)

کل دُنیا کو ہدایت دینے والا نبیؐ

’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل دنیا کے انسانوں کی روحانی تربیت کیلئے آئے تھے اس لئے یہ رنگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بدرجہ کمال موجود تھا اور یہی وہ مرتبہ ہے جس پر قرآن کریم نے متعدد مقامات پر حضور کی نسبت شہادت دی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے مقابل اور اسی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108) اور ایسا ہی فرمایا قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:159) قرآن شریف کے دوسرے مقامات پر غور کرنے سے پتا لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اُمّی فرمایا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے آپؐ کا کوئی استاد نہ تھا مگر بایں ہمہ کہ آپ اُمی تھے...... قرآن کریم کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اسی اُمّی نے کتاب اور حکمت ہی نہیں بتلائی بلکہ تزکیۂ نفس کی راہوں سے واقف کیا اور یہاں تک کہ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (المجادلۃ:23) تک پہنچا دیا۔ دیکھو اور پُرغور نظر سے دیکھو کہ قرآن شریف ہر طرز کے طالب کو اپنے مطلوب تک پہنچاتا اور ہر راستی اور صداقت کے پیاسے کو سیراب کرتا ہے لیکن خیال تو کرو کہ یہ حکمت اور معرفت کا دریا صداقت اور نور کا چشمہ کس پر نازل ہوا؟ اسی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ایک طرف تو اُمّی کہلاتا ہے اور دوسری طرف وہ کمالات اور حقائق اس کے منہ سے نکل رہے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر پائی نہیں جاتی۔ (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 104، مطبوعہ 2018 قادیان)

تمام دنیا کو ظلمت سے نور کی طرف لانیوالا اور توحید کا جامہ پہنانیوالا نبیؐ

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کیلئے ایک مجدّد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اِس فخر میں ہمارے نبی صلعم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے اُن سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلعم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرتؐ کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جب کہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا اور طبعًا ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بارو برنہ رہی اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخّر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے اور چونکہ آپ صفاتِ الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفاتِ جلالیہ وجمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دونام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اِسی غرض سے ہیں اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں۔ بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کیلئے ہے۔‘‘ (لیکچر سیالکوٹ، رُوحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 206)

اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا نبیؐ

’’مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے۔ مجھے فرمایا گیا ہے کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُرحکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘

(اربعین نمبر 1، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 345)

......☆......☆......☆......

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے بارے میں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ سنہری حروف میں لکھا جانے والا بیان ہے کہ ’’کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن‘‘

نیک نتائج اس وقت قائم ہوں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی ہوگی
ورنہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے

اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
یعنی (کہو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو

اب اس حُبُّ اللہ کی بجائے اور اتبّاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حُبُّ الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے
کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتبّاع ہے؟

مَیں سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا
جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتبّاع میں کھویا نہ جائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان مقام و مرتبہ کا نہایت بصیرت افروز روح پرور تذکرہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور آپ کے اُسوہ حسنہ پر مشتمل
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطبہ جمعہ فرمودہ 20 اکتوبر 2017 سیرۃ النبی ؐ نمبر کی مناسبت سے اس شمارہ میں قارئین کیلئے پیش ہے

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور پُرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج ہم دیکھتے ہیں تو سب سے زیادہ فساد کی حالت مسلمان ممالک میں ہے۔ مسلمان گروہوں میں ہے۔ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پر سرگرم ہیں۔ ہر ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو پڑھتا ہے اور دوسرے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے والے کا خون کرتا ہے۔ اس کا حق مارتا ہے۔ کسی بھی ذریعہ سے اس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، کیا یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے جس پر یہ لوگ عمل کر رہے ہیں؟ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہے جس کی یہ لوگ پیروی کر رہے ہیں؟ آجکل تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جگہ دنیاداری غالب ہے۔ اگر مذہب کا نام بھی لیتے ہیں تو سیاست چمکانے کے لئے اور اپنے زُعم میں اپنی حکومتیں قائم کرنے کیلئے یا بچانے کیلئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے بارے میں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ سنہری حروف میں لکھا جانے والا بیان ہے کہ ’’کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن‘‘ (مسند امام احمد بن حنبل، جلد 8، صفحہ 305، حدیث 25816 مسند عائشہؓ مطبوعہ عالم الکتب العلمیۃ بیروت 1998ء) کہ آپ کی سیرت اور آپ کے معمولات کا پتہ کرنا ہے تو قرآن کریم آپ کی سیرت کی تفصیل ہے اسے پڑھو۔ اور یہ نمونے آپ نے اس لئے قائم فرمائے کہ آپ کو ماننے والے مومن اس پر عمل کریں۔ صرف نعرے لگانے کیلئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ میرے سے حقیقی تعلق صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے قائم نہیں ہوگا بلکہ میری محبت کو حاصل کرنا ہے تو پھر میرے محبوب رسول کی پیروی کرو۔ اسکے اُسوہ کو اپناؤ تو میرے پیارے بن جاؤ گے۔ تمہیں وہ مقام مل جائے گا جو اللہ تعالیٰ کی قربت کا مقام ہے ورنہ تمہارے نعرے کھوکھلے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران: 32) کہ تُو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرے اس کا یہی حال ہوتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کا ہے۔

علماء جن کو عامّۃ المسلمین عام طور پر اللہ تعالیٰ کا پیارا سمجھتے ہیں، اس کے قریب سمجھتے ہیں، وہ سب سے زیادہ دنیا میں فساد پیدا کر رہے ہیں۔ اب تو خود پاکستان میں بعض تجزیہ نگار اور کالم نویس اخباروں میں بھی لکھنے لگ گئے ہیں، دوسرے میڈیا پر بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت ان نام نہاد علماء نے ایسی کر دی ہے۔ پس اس وقت مسلمان علماء کی عمومی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ کوئی قرآن اور سنت کی حقیقت بتانے والا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق بھیج دیا ہے۔ لیکن علماء نہ خود اس کی بات سننا چاہتے ہیں، نہ عوام کو سننے دیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کے خلاف کفر کے فتوے دے کر ایک عمومی خوف و ہراس اور فتنہ و فساد کی صورت پیدا کر دی ہے۔

یہ الزام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہر روز لگتا ہے کہ آپ نے نعوذ باللہ دنیاوی خواہشات کی تکمیل اور اپنی بڑائی کے لئے جماعت کا قیام کیا ہے۔

بہرحال ہم جانتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی تجدید و تکمیل اشاعت کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا۔ قرآن کریم کے علوم و معارف کا فہم و ادراک آپ کے ذریعہ سے ہی ہمیں حاصل ہوا۔ آپ نے ہر موقع پر قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائی۔ چنانچہ اس آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کو مختلف مواقع پر مختلف زاویوں اور معانی کے ساتھ آپ نے پیش فرمایا اور یہی وہ باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب دلا کر، اسکا پیارا بنا کر فتنہ و فساد کی حالت سے نکالنے والی بن سکتی ہیں۔ اسکے علاوہ مسلمانوں کیلئے اپنی بقا کو قائم رکھنے کیلئے، اپنے ملکوں میں امن قائم رکھنے کیلئے، اسلام کی شان و شوکت کو دنیا پر ظاہر کرنے کیلئے کوئی اور راستہ نہیں۔ نیک نتائج اس وقت قائم ہوں گے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیروی ہوگی ورنہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا نعرہ بھی کھوکھلا ہے۔

اس وقت مَیں نے اس آیت کی تشریح میں بعض اقتباسات لئے ہیں جو آپ نے فرمائے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مسلمانوں میں اندرونی تفرقہ کا موجب بھی یہی حُبّ دنیا ہی ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر محض اللہ تعالیٰ کی رضا مقدم ہوتی تو آسانی سے سمجھ میں آ سکتا تھا کہ فلاں فرقے کے اصول زیادہ صاف ہیں اور وہ انہیں قبول کر کے ایک ہو جاتے۔ اب جبکہ حُبِّ دنیا کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہو رہی ہے تو ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان کہا جا سکتا ہے جبکہ ان کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی (کہو) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا۔‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’اب اس حُبُّ اللہ کی بجائے اور اِتّباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حُبُّ الدنیا کو مقدم کیا گیا ہے۔ کیا یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع ہے؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیادار تھے؟ کیا وہ (نعوذ باللہ) سود لیا کرتے تھے؟ یا فرائض اور احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں غفلت کیا کرتے تھے؟ کیا آپ میں معاذ اللہ نفاق تھا، مداہنہ تھا؟ دنیا کو دین پر مقدم کرتے تھے؟ غور کرو! اِتّباع تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلو اور پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ کیسے کیسے فضل کرتا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 8، صفحہ 348 تا 349، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

لیکن آجکل عملی طور پر جو مسلمانوں کی حالت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو فعلی شہادت اس کے خلاف ہے وہ اس بات کی گواہ ہے کہ اُن کا یہ برا حال ہو رہا ہے۔ ملک ملک لڑ رہے ہیں۔ غیروں کے پاس جا کر ہم مسلمان ممالک دوسرے مسلمان ممالک کے خلاف لڑنے کیلئے بھیک مانگتے ہیں۔

اب گزشتہ دنوں امریکہ کے صدر نے جو ایران کے خلاف دوبارہ پابندیاں لگانے کا ایک اعلان کیا اور اس کے اوپر کام ہو رہا ہے اس پہ سارا یورپ، یورپی یونین، دوسرے ممالک اسکے خلاف ہیں۔ اور یہاں انگلستان میں ایک انگریز کالم لکھنے والے نے لکھا کہ امریکہ کے صدر کی اس حرکت پر ساری دنیا خلاف ہے سوائے تین ممالک ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ امریکہ بڑا اچھا کر رہا ہے۔ ایک تو امریکہ خود، ایک اسرائیل اور ایک سعودی عرب۔ اب سعودی عرب مسلمان ملک کے خلاف ایک غیر مسلم ملک کو جنگ کرنے کی اجازت دے رہا ہے بلکہ اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ تو یہ حالات ہیں مسلمانوں کے۔ اور اسی کا نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھینچا ہے کہ تم لوگ تو پھٹے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کس طرح حاصل کر سکتے ہو۔

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ حقیقی نیکی انسان کس طرح کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کو انسان کس طرح حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے کس طرح فیضیاب ہو سکتا ہے۔ اور آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ انعامات کس طرح ملے؟ آپ کے خلاف یہ فتوے دیئے جاتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے انحراف کرنے والے ہیں۔ آپ اسلام کی تعلیم سے ہی انحراف کرنے والے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں سچ کہتا ہوں (اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں) کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی رضا کو پانے والا نہیں ٹھہر سکتا اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقائق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔‘‘ (اعلیٰ درجہ کا جو تزکیہ نفس ہوتا ہے ایک مقام پر انسان پہنچتا ہے تبھی اللہ تعالیٰ سے انعامات و برکات ملتے ہیں۔ کشوف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ) ’’جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالیٰ کے کلام سے ملتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور خدا تعالیٰ کے اس دعویٰ کی عملی اور زندہ دلیل‘‘ آپ فرماتے ہیں کہ ’’مَیں ہوں‘‘ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 204، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ اس زمانے میں مجھ سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اس لئے کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں کھویا گیا۔ آپ کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ نے پھر محبت کا سلوک کیا۔

پس آپ پر الزام لگانے والوں کے الزام کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو گرایا ہے۔ جبکہ آپ تو فرما رہے ہیں کہ جو مقام مجھے ملا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت اور آپ کی کامل پیروی کے ذریعہ سے ملا۔ جس کو دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام گرانے والا سمجھتی ہے وہی حقیقی عاشق صادق ہے جس نے حقیقی پیروی کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا نوازا کہ اپنے حبیب سے محبت کرنے کی وجہ سے اپنا بھی محبوب بنا لیا۔

اس کامل پیروی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جو کام آپکے سپرد فرمایا اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹّی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 14، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک جگہ اس آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کی کہ:

’’ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوبِ الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔‘‘ (یہ جو آیت ہے اس کا ترجمہ ہے) آپ فرماتے ہیں ’’کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شئے ہے جو رحمت الٰہی سے نا امید ہونے نہیں دیتی۔ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔‘‘ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جو ہے وہ کی جائے تو وہ گناہوں کی مغفرت کا باعث بنتی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔‘‘ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو) فرماتے ہیں کہ ’’اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی خود تراشیدہ طرزِ ریاضت و مشقت اور جَپ تَپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قربِ الٰہی کا حقدار نہیں بن سکتا۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہو سکتیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کھویا نہ جاوے۔ اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے اس کو وہ نورِ ایمان، محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔ اِسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔‘‘ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ’’اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ۔ یعنی میں وہ مُردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد 2، صفحہ 183، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان) روحانی مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ آپ کے پیچھے چلنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے والے ہیں۔

پھر ایک جگہ آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ:

’’سعادتِ عُظمیٰ کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاوے۔ جیسا کہ اس آیت میں صاف فرما دیا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی آؤ میری پیروی کرو تا کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسمی طور پر عبادت کرو۔ اگر حقیقتِ مذہب یہی ہے تو پھر نماز کیا چیز ہے۔ اور روزہ کیا چیز ہے۔ خود ہی ایک بات سے رکے اور خود ہی کر لے۔‘‘ (رسمی نمازیں نہیں ہیں۔ نمازیں اس طرح ادا کرو جو اُن کا حق ہے۔ جو ان کے اوقات ہیں اس کی پابندی کرنی ضروری ہے اور پھر اس طرح عبادت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے ہو ورنہ تو یہ ساری رسمی عبادتیں ہیں)۔ فرمایا کہ ’’اسلام محض اس کا نام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ بکرے کی طرح سر رکھ دے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مرنا، میرا جینا، میری نماز، میری قربانیاں اللہ ہی کیلئے ہیں اور سب سے پہلے مَیں اپنی گردن رکھتا ہوں۔‘‘

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 186، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس حقیقی پیروی کرنے والے اپنی عبادتوں کے بھی معیار بلند کرتے ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ اس لحاظ سے بھی ہمیں ضرورت ہے ورنہ ہمارا بھی پیروی کا دعویٰ کھوکھلا دعویٰ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل موحّد ہونے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ’’اے رسول! تُو ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اِتّباع کرو۔‘‘ (یہ آیت کا ترجمہ ہے) فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔‘‘ فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اِتّباع انسان کو محبوب الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کامل موحّد کا نمونہ تھے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 8، صفحہ 115، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ

انگلستان) یعنی اب آپ اس سے یہ استنباط کر رہے ہیں، یہ دلیل دے رہے ہیں کہ آپ کامل موحّد تھے۔اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے جس پہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اسی لئے عبادت کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی نمونہ ٹھہرایا جس طرح دوسرے اخلاق فاضلہ کے بارے میں۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طرز عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بناوے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا ہے: قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ۔یعنی محبوبِ الٰہی بننے کیلئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کی جاوے۔ سچی اِتباع آپ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 87، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ایک تو عبادت کے رنگ ہیں۔ ایک دوسرے اخلاق فاضلہ کے رنگ ہیں۔ اور سچی اِتباع کا مطلب ہی یہی ہے کہ جو اخلاقِ فاضلہ ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ ان میں پیدا کی جائیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کَانَ خُلُقُہٗ الۡقُرۡاٰن۔ کہ آپ کے اخلاق فاضلہ اگر دیکھنے ہیں تو قرآن کریم پڑھ لو۔ وہی اس کی تفسیر ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمیں قرآن کریم پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اَوروں کو کہنے سے پہلے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم نے کس حد تک قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنایا ہے۔ یہ بیعت کا حصہ بھی ہے۔ سچائی کو ہم نے کس حد تک قائم کیا ہے۔ انصاف کو ہم کس حد تک قائم کرنے والے ہیں۔ لوگوں کے حقوق دینے میں ہم کس حد تک کوشش کرنے والے ہیں۔

پھر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’ہر ایک شخص کو خود بخود خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی طاقت نہیں ہے اس کے واسطے واسطہ ضرور ہے اور وہ واسطہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس واسطے جو آپ کو چھوڑتا ہے وہ کبھی بامراد نہ ہوگا۔ انسان تو دراصل بندہ یعنی غلام ہے۔ غلام کا کام یہ ہوتا ہے کہ مالک جو حکم کرے اسے قبول کرے۔ اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض حاصل کرو تو ضرور ہے کہ اسکے غلام ہو جاؤ۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ (الزمر:54) (یعنی کہہ دے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا) فرمایا کہ ’’اس جگہ بندوں سے مراد غلام ہی ہیں نہ کہ مخلوق۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپ پر درود پڑھو اور آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو۔ سب حکموں پر کاربند رہو۔ جیسے کہ حکم ہے۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ۔یعنی اگر تم خدا تعالیٰ سے پیار کرنا چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے فرمانبردار بن جاؤ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں فنا ہو جاؤ تب خدا تم سے محبت کرے گا۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 321 تا 322، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس انتہائی گنہگار بھی استغفار کرنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اگر حقیقت میں اپنے آپ میں تبدیلی پیدا کرنا چاہے تو پھر خدا تعالیٰ کا پیارا بن سکتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’اللہ تعالیٰ کے خوش کرنے کا ایک یہی طریق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فرمانبرداری کی جاوے۔ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ طرح طرح کی رسومات میں گرفتار ہیں۔ کوئی مر جاتا ہے تو قسم قسم کی بدعات اور رسومات کی جاتی ہیں۔ حالانکہ چاہئے کہ مُردہ کے حق میں دعا کریں۔ رسومات کی بجا آوری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف مخالفت ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ہتک بھی کی جاتی ہے۔‘‘ جو نئی نئی رسمیں پیدا کر لی ہیں یہ صرف آپ کے حکم کی خلاف ورزی ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک لحاظ سے آپ کی ہتک ہے۔ اب جنہوں نے ہتک رسول کے قانون پاس کئے ہوئے ہیں وہ سب سے بڑھ کے ان بدعات میں ملوّث ہیں۔ یہ ہتک کس طرح کی جاتی ہے؟) آپ فرماتے ہیں کہ ’’......گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی نہیں سمجھا جاتا اور اگر کافی خیال کرتے تو اپنی طرف سے رسومات کے گھڑنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔‘‘

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 440، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ان لوگوں کو جو ہمارے خلاف کفر کے فتوے دیتے ہیں اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اِتباع کرو۔ اس اِتباع کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔‘‘ آپ فرماتے ہیں ’’پس اب اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جب تک انسان کامل مُتّبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ سے فیوض و برکات پا نہیں سکتا اور وہ معرفت اور بصیرت جو اس کی گناہ آلود زندگی اور نفسانی جذبات کی آگ کو ٹھنڈا کر دے عطا نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ ہیں جو عُلَمَآءُ اُمَّتِیۡ کے مفہوم کے اندر داخل ہیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد 8، صفحہ 96 تا 97، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اگر نفسانی جذبات کو ٹھنڈا کرنا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کی ضرورت ہے۔ آپ کے اسوہ پر چلنے کی ضرورت ہے۔ حقیقی معرفت اور بصیرت اللہ تعالیٰ کی حاصل کرنی ہے، اس کا محبوب بننا ہے تو آپ کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔ گناہ آلود زندگی سے نجات پانی ہے تو آپ کی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جو لوگ یہ کرتے ہیں وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کے علماء، بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ (الموضوعات الکبریٰ از ملا علی قاری، صفحہ 159، حدیث 614 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

لیکن آجکل کے علماء اس میں شامل نہیں ہیں۔ یہ وہ مقام نہیں پانے والے۔ کیونکہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری فیض کے قائل ہی نہیں ہیں۔ یہ سمجھتے ہی نہیں کہ اس سے فیض مل سکتا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا مقام تو یہ تھا کہ آپ محبوبِ الٰہی تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو بھی اس مقام پر پہنچنے کی راہ بتائی۔ جیسا کہ فرمایا قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ ۔یعنی ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوبِ الٰہی بن جاؤ تو میری اِتّباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔‘‘ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا) فرماتے ہیں کہ ’’اب غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اِتّباع محبوب الٰہی تو بنا دیتی ہے پھر اور کیا چاہئے؟‘‘

(ملفوظات، جلد 8، صفحہ 65، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جو شخص یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر نجات ہو سکتی ہے وہ جھوٹا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو بات ہم کو سمجھائی ہے وہ بالکل اس کے برخلاف ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کہ اے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے پیار کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تم خدا تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔ بغیر متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بُغض رکھتے ہیں ان کی کبھی خیر نہیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد 8، صفحہ 434-435، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

یہ ہے ہمارے ایمان کا حصہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارہ میں ایک عیسائی سے آپ کی بحث ہو رہی تھی۔ سوال جواب ہو رہے تھے۔ اس عیسائی نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ ’’میرے پاس آؤ تم جو تھکے اور ماندہ ہو کہ مَیں تمہیں آرام دوں گا‘‘ اور یہ (بھی کہا عیسیٰ علیہ السلام نے) کہ ’’میں روشنی ہوں اور میں راہ ہوں۔ میں زندگی اور راستی ہوں۔‘‘ (یعنی میں روشنی ہوں۔ میں رستہ دکھانے والا ہوں۔ میں زندگی دینے والا ہوں۔ میرے پاس آؤ۔ تو عیسائی نے سوال کیا کہ) ’’کیا بانیٔ اسلام (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کئے ہیں؟‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ’’قرآن شریف میں

صاف فرمایا گیا ہے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔'' فرمایا کہ ''یہ وعدہ کہ میری پیروی سے انسان خدا کا پیارا بن جاتا ہے مسیح کے گزشتہ اقوال پر غالب ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ انسان خدا کا پیارا ہو جائے۔'' (مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ روشنی پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ اعلان کریں کہ جو میری پیروی کرے گا وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا اور گناہ بھی بخشے جائیں گے) فرماتے ہیں کہ ''پس جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوبِ الٰہی بنا دیتا ہے اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 372)

یہ وہ زمانہ تھا جب ہر طرف عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ ہندوستان میں لاکھوں مسلمان عیسائی ہو چکے تھے۔ مسلمان علماء اور دوسرے لیڈروں کو توفیق نہیں تھی کہ اسلام کا دفاع کر سکیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور شان کو ایسے رنگ میں بیان کریں کہ غیر مسلموں کے منہ بند ہو سکیں۔ ایسے وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا مقابلہ کیا۔ آپ ہی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دنیا کے سامنے پیش کرنے کیلئے بھیجا تھا۔ اور پھر ہندوستان کی تاریخ گواہ ہے کہ عیسائی پادریوں کے اسلام پر حملے کو اللہ تعالیٰ کے اس پہلوان نے، اس جری اللہ نے دلائل اور براہین سے روکا۔ اور نہ صرف روکا بلکہ پسپا کیا اور اس بات کا اظہار اس وقت کے مسلمانوں نے کیا۔ تاریخ میں ہمیں ملتا ہے بلکہ اِس زمانے کے علماء جو ہمارے مخالف ہیں انہوں نے بھی اس بات کا اقرار کیا۔ چنانچہ چند سال پہلے ڈاکٹر اسرار احمد جو فوت ہو گئے ہیں انہوں نے بھی اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اُس زمانے میں حقیقت میں اسلام کا دفاع حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے ہی کیا تھا۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح آپ نے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بلند کیا کسی اور مسلمان عالم کو اس کی توفیق نہیں ملی۔

پھر قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا بھی خوبصورت استدلال آپ نے پیش فرمایا۔ عربوں میں تو خاص طور پر اب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ سمجھا جاتا ہے اور یہ ان کا بڑا راسخ نظریہ ہے۔ بہر حال اس کا ردّ کرتے ہوئے اس دلیل سے آپ فرماتے ہیں کہ:

''میرے نزدیک مومن وہی ہوتا ہے جو آپ کی اِتّباع کرتا ہے اور وہی کسی مقام پر پہنچتا ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔ یعنی کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اِتّباع کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''اب محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ محبوب کے فعل کے ساتھ خاص موانست ہو۔'' (خاص اُنس ہو۔ ایک تعلق ہو) آپ فرماتے ہیں کہ ''اور مرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔'' (یعنی آپ کی وفات ہوئی) ''آپ نے مر کر دکھا دیا۔ پھر کون ہے جو زندہ رہے یا زندہ رہنے کی آرزو کرے؟ یا کسی اور کیلئے تجویز کرے کہ وہ زندہ رہے؟'' (اگر کوئی حقیقی طور پر آپ کو ماننے والا ہے تو نہ وہ زندہ رہ سکتا ہے، نہ کوئی آرزو کرے گا اور نہ ہی اس کو کسی اور کے زندہ رہنے کے نظریے پر یقین رکھنا چاہئے) آپ فرماتے ہیں کہ ''محبت کا تقاضا تو یہی ہے کہ آپ کی اِتّباع میں ایسا گم ہو کہ اپنے جذباتِ نفس کو تھام لے اور یہ سوچ لے کہ مَیں کسی کی اُمّت ہوں۔ ایسی صورت میں جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ اب تک زندہ ہیں وہ کیونکر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اور اِتّباع کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ اس لئے کہ آپؐ کی نسبت وہ گوارا کرتا ہے کہ مسیح کو افضل قرار دیا جاوے اور آپؐ کو مُردہ کہا جاوے۔ مگر اُس کیلئے وہ پسند کرتا ہے کہ زندہ یقین کیا جاوے۔''

(ملفوظات، جلد 8، صفحہ 228-229، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا، آپ کی اِتّباع کا دعویٰ۔ دوسری طرف یہ کہہ کر کہ مسیح زندہ ہے اس کو افضل قرار دیا جا رہا ہے۔ پس آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں جنہوں نے ہر لحاظ سے اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا ہے اور آپ کی شان کو بلند فرمایا ہے اور یہی آپ کی بعثت کا مقصد تھا جس پر علماء کو ہر وقت اعتراض رہتا ہے۔

اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ زندہ نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''غور کر کے دیکھو کہ جب یہ لوگ خلافِ قرآن وسنّت کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں تو پادریوں کو نکتہ چینی کا موقع ملتا ہے اور وہ جھٹ پٹ کہہ اٹھتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر مر گیا اور معاذ اللہ وہ زمینی ہے۔'' (اور یہی کچھ ٹی وی چینلوں پر ہوتا رہا ہے جس پر عرب دنیا میں بڑی بے چینی پیدا ہوتی رہی ہے۔ آخر کار جب ہماری دلیلیں سنیں، ''حِوار'' کے پروگرام سنے، ایم ٹی اے پر عربی پروگرام سنے، تب بہت سارے لوگوں نے اس کو پسند کیا اور ان دلائل کے قائل ہوئے۔ لیکن علماء پھر بھی قائل نہیں ہو رہے) آپ فرماتے ہیں کہ ''حضرت عیسیٰ زندہ اور آسمانی ہے اور اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے کہتے ہیں کہ وہ مردہ ہے۔'' ان کی یہ باتیں ہیں کہ وہ جھٹ کہتے ہیں کہ تمہارا پیغمبر مر گیا معاذ اللہ وہ زمینی ہے۔ عیسائی پادری یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور آسمانی ہیں اور اسکے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے عیسائی یہ کہتے ہیں کہ وہ مردہ ہے۔ یہی ان کا پراپیگنڈہ ہوتا رہا ہے) آپ فرماتے ہیں کہ ''سوچ کر بتاؤ کہ وہ پیغمبر جو افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہے ایسا اعتقاد کر کے اس کی فضیلت اور خاتمیت کو یہ لوگ بٹّہ نہیں لگاتے؟ ضرور لگاتے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب کرتے ہیں۔'' آپ فرماتے ہیں کہ ''مَیں یقین رکھتا ہوں کہ پادریوں سے جس قدر توہین ان لوگوں نے اسلام کی کرائی ہے'' (یعنی ان مسلمانوں نے جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں) ''اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہلایا ہے۔ اسی کی سزا میں یہ نکبت اور بدبختی ان کے شامل حال ہو رہی ہے۔'' (مسلمانوں کا جو حال ہے یہ اسی وجہ سے ہے) آپ فرماتے ہیں کہ ''ایک طرف تو منہ سے کہتے ہیں کہ وہ افضل الانبیاء ہیں۔'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے افضل ہیں) ''اور دوسری طرف اقرار کر لیتے ہیں کہ 63 سال کے بعد مر گئے اور مسیح اب تک زندہ ہے اور نہیں مرا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا'' کہ اللہ تعالیٰ کا تجھ پر بہت بڑا فضل ہے) ''پھر کیا یہ ارشادِ الٰہی غلط ہے؟'' فرماتے ہیں ''نہیں۔ یہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ وہ جھوٹے ہیں جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُردہ ہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی کلمہ توہین کا نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی میں نہیں ہے۔ مَیں اس کو عزیز رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو جو شخص بیان نہیں کرتا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔'' آپ فرماتے ہیں ''کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس نبی کی اُمّت کہلاتے ہیں اسی کو معاذ اللہ مُردہ کہتے ہیں اور اس نبی کو جس کی اُمّت کا خاتمہ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَالۡمَسۡکَنَۃ پر ہوا ہے۔'' (یعنی ان پر ذلت اور مسکینی کی مار ڈالی گئی تھی) ''اسے زندہ کہا جاتا ہے۔''

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 28 تا 29، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو نبی آ چکے، وہ اب کوئی بھی نہیں آ سکتا۔ اب نہ عیسیٰ علیہ السلام آ سکتے ہیں۔ وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے نبی تھے اور وہ فوت ہو گئے۔ حضرت موسیٰ کی اُمّت کا اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ پھر آپ بیان فرماتے ہیں کہ یہ فیض اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے اور آپ کی پیروی سے ہی جاری ہو سکتا ہے اور ہوا ہے کیونکہ آپ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔

چنانچہ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسیح موعود

ارشاد باری تعالیٰ

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیۡ لِلۡاِیۡمَانِ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّکُمۡ فَاٰمَنَّا (آل عمران: 194)

ترجمہ: اَے ہمارے ربّ! یقیناً ہم نے ایک منادی کرنیوالے کو سُنا جو ایمان کی منادی کر رہا تھا کہ اپنے ربّ پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے

DAR FRUIT CO. KULGAM
B.O AHMED FRUITS
Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

اورمہدی معہود بنا کر بھیجا ہے جس کا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نبی کا اور غیر شرعی نبی کا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں نے محض خدا کے فضل سے، نہ اپنے کسی ہنر سے، اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو مَیں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔ اور مَیں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے۔ یعنی دل سے دنیا کی محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذّت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّیٰ اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے۔‘‘ (جب دنیا کی محبت نکالی جاتی ہے تو پھر محبت الٰہی حاصل ہوتی ہے) ’’اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ بلکہ یکطرفہ محبت کا دعویٰ بالکل ایک جھوٹ اور لاف و گزاف ہے۔ جب انسان سچے طور پر خدا تعالیٰ سے محبت کرتا ہے تو خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ تب زمین پر اس کیلئے ایک قبولیت پھیلائی جاتی ہے اور ہزاروں انسانوں کے دلوں میں ایک سچی محبت اس کی ڈال دی جاتی ہے اور ایک قوتِ جذب اس کو عنایت ہوتی ہے اور ایک نور اس کو دیا جاتا ہے جو ہمیشہ اسکے ساتھ ہوتا ہے۔‘‘ (چنانچہ یہی دیکھ لیں اب دور دراز بیٹھے ہوئے افریقن ممالک میں بھی یہ محبت اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے جہاں لاکھوں لوگ احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان رہے ہیں)

آپ فرماتے ہیں ’’جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اسکے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی بدتر سمجھتا ہے تب خدا جو اُسکے دل کو دیکھتا ہے ایک بھاری تجلّی کے ساتھ اس پر نازل ہوتا ہے اور جس طرح ایک صاف آئینہ میں جو آفتاب کے مقابل پر رکھا گیا ہے آفتاب کا عکس ایسے پورے طور پر پڑتا ہے کہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں کہہ سکتے ہیں کہ وہی آفتاب جو آسمان پر ہے اس آئینہ میں بھی موجود ہے۔ ایسا ہی خدا ایسے دل پر اترتا ہے اور اسکے دل کو اپنا عرش بنا لیتا ہے۔ یہی وہ امر ہے جس کیلئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 64 تا 65)

پس آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل عاشق اور آپ کی پیروی کرنے والے تھے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آپ سے محبت کی اور مسیح موعود اور معہدی معہود اور تابع نبی ہونے کا اعزاز بخشا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو ماننے کے بعد اس کی قدر کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل پیروی کرنے والا بنائے۔ ہمیں ہر ایک کو اپنی اپنی استعدادوں اور صلاحیتوں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ پر چلنے کی اور آپ کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو بھی توفیق دے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشقِ صادق کو پہچاننے والے اور ماننے والے بنیں۔

......☆......☆......☆......

INDIAN ROLLING SHUTTERS
WHOLESALE DEALER
SUPPLIERS OF ALL SPARES PARTS OF ROLLING SHUTTERS
Specialist in : GEAR & REMOTE SHUTTERS
Prop : HAMEED AHMAD GHOURI
Add : Beside Andhra Bank, Balapur X Road, Hyderabad (T.S)
Mobile : 09849297718

نُور لائے آسماں سے

پاکیزہ منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعف دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

وہ خدا جس نے نبیؐ کو تھا زرِ خالص دیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سنار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبیؐ کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اِسی سے آشکار

نُور لائے آسماں سے خود بھی وہ اِک نُور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگ بار

دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلینؐ

پاکیزہ منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیںؐ

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

دے چُکے دل اب تنِ خاکی رہا
ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فِدا

تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
کیوں نہیں لوگو تمہیں خوف عقاب

سخت شور اُوفتاد اندر زمیں
رحم کُن بر خَلق اے جاں آفریں

کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3)

تمام روحانی فیوض کے حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے آنحضرت ﷺ، اور یہ آپ کی ختم نبوت کی دلیل ہے

(حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

مقام محمد ﷺ:

فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال: 18) تو نے نہیں پھینکا جب کہ تو نے پھینکا تھا مگر وہ اللہ ہی نے پھینکا تھا پھر کہا إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ (الفتح: 11) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ اب غور کرو کہ یہ عظیم الشان مقام کسی اور کو ملا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

ایک عجیب بات اور ہے یہ نرے دعاوی نہیں بلکہ اس کے ساتھ زبردست دلائل اور بھی ہیں۔ میں نے وید کو سنا ہے اور احتیاط سے سنا ہے۔ اتھروکے سوا تینوں وید سنے ہیں اور ستارتھ اور دساتیر کو پڑھا اور سنا ہے اور گاتھ جو مجوسیوں کی کتاب ہے اسے بھی احتیاط سے سنا ہے۔ پھر اسکے بعد میں نے قرآن کریم کو پڑھا ہے...... شیعوں کی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ ایک کتاب چار سو روپیہ کو آتی ہے بحار الانوار نام اور عربی میں ہے۔ میرے دل میں ہے کہ اسے بھی منگوا کر پڑھ لوں یعنی اس کی مستند اور معتبر کتابوں کو منگوایا اور پڑھا ہے اور میرے پاس وہ ہیں میرے نزدیک ان کی کتابیں معتبر معلوم ہوتی ہیں۔ چار ان کی مسلّم ہیں کافی ہے تہذیب ہے۔ استبصار اور من لا یحضر، مجمع البیان، طبرسی اور نہج البلاغۃ جناب امیر کے خطبات ہیں۔ ان کے مد مقابل خوارج ہیں۔ انکی کتابیں بھی میں نے پڑھی ہیں۔ ایک ترانوے جلد میں ہے اور میرے پاس ہے۔ (اس کتاب کی ترانویں جلد یں سن کر ایڈیٹر الحکم نے استعجاب سا ظاہر کیا۔ اس پر فرمایا) کہ ایک سیاح استنبول کا یہاں آیا اور پہلے وہ سلطان روم کے کتب خانہ کی بڑی تعریف کرتا تھا لیکن جب اس نے میرے کتب خانہ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ واہ کیا چیز ہے۔

غرض ان کتابوں کو اس وسعت سے دیکھا ہے۔ پھر سنیوں میں مذاہب اربعہ، صوفیوں اور محدثین کا مذہب پڑھا ہے اور ان سب کو پڑھ لینے کے بعد میں ایمانًا کہتا ہوں اور کھول کر سناتا ہوں اور یہ اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ آئندہ ہم سے کون ہوگا اور کون نہیں مجھے کچھ کہنے کا اور تمہیں کچھ سننے کا موقع ملے یا نہیں۔

اس لئے سنو اور غور سے سنو کہ اس تحقیقات اور تجربہ کے بعد میں علیٰ وجہ البصیرت اقرار کرتا ہوں کہ قرآن کریم جیسی کوئی نعمت اور کتاب نہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی کامل کتاب ہے اور وہ تمام اختلافات مٹانے کا کامل ذریعہ ہے اور وہ خود اختلافات کا باعث نہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں اس شہادت کو بھی علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ بعد کتاب اللہ بخاری جیسی بھی کوئی کتاب نہیں۔ میں نے سرسید احمد صاحب کو سو روپیہ اس لئے دیا تھا کہ تم جو تصنیف کرو مجھے بھیج دو۔ آخری دم تک اس نے اپنے وعدے کو پورا کیا ہے۔ میں نے اسکی تصنیفات کو خوب پڑھا ہے۔ میں دنیا کے مقتداؤں سے بے خبر نہیں۔ برہم ازم کی کتابیں پڑھی ہیں سب سے بڑی کا فرقوم برہمو ہے۔ میں اس کو مذہبی رنگ میں آریوں اور عیسائیوں سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ براہمو نرم ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بہت ہی گرم ہیں۔ یہ الٰہی غضب کے نیچے ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ الٰہیہ کے دعویٰ میں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

میں یہ بھی علم اور بصیرت سے کہتا ہوں۔ میں نے ان کی کتابوں کو درستی سے پڑھا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھتے ہیں۔ میں انہیں چند منٹ میں پڑھ لیتا ہوں۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو کذّاب (معاذ اللہ) مانا ہے اور جو کچھ نرم ہیں، انہوں نے دعوئ رسالت کو جنون یا دروغ مصلحت ان پر کہا ہے۔ غرض اس ساری تحقیقات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کریم ہی کامل کتاب ہے۔ اور پھر جب قرآن مجید میں تدبر کیا اور سالہا سال تک تدبر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ سے بڑھ کر کوئی نمونہ اس پر عملدرآمد کا نہیں۔

کتاب وسنت:

پھر بخاری سے بڑھ کر کوئی کتاب تاریخی روایت کے لحاظ سے نہیں۔ اسکے ماوراء ہمارے سلسلہ میں قرآن کو کتاب اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد کو سنت کہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ چند مثالیں دوں تا کہ جو تفرقہ ان میں ہے وہ معلوم ہو جائے۔

جب بخاری امام نہ ہوئے تھے تو بھی وہ مسلمان تھے۔ نماز پڑھتے، حج، روزہ، زکوٰۃ، اعمال الاسلام کا پابند تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ علم جو ارکان اسلام اور اعمال کا ان کو تھا وہ اسی سنت متواتر کے ذریعہ ان کو ملا تھا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی امام نہ ہوئے تھے اور فقہ نہیں لکھی گئی۔ محیط اور مبسوط کے مسائل منہ سے نہ نکلے تھے تو کیا وہ مسلمان نہ تھے؟ کیا ہدایہ اور قدوری پڑھ کر وہ مسلمان ہوئے تھے۔ نہیں بلکہ وہ جس ذریعہ سے نیک تھے وہ یہی سنت اور اہل سلسلہ کا تعامل تھا۔ صحابہ کے وقت تو یہ کتابیں نہ تھیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کرتے دیکھا وہی کرتے تھے۔ وضو کرتے دیکھتے تھے تو اسی طرح وضو کرتے نماز پڑھتے دیکھتے، نماز پڑھ لیتے۔ روزہ رکھتے دیکھا تو روزہ رکھتے اور اسی طرح آپ کو دیکھ کر حج کر لیا۔ اخلاق فاضلہ سے متصف پایا آپ بھی ہو گئے۔ یہی سنت ہے۔ ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بہت سے دوست اسے یاد رکھیں اور اسے پہنچاویں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملدرآمد دنیا کے بچے لڑکیاں جوان آدمی جوان عورتیں بوڑھے مرد، بوڑھی عورتیں، یہود، عیسائی غرض ہر طبقہ کے لوگ دیکھتے تھے۔ اسی تواتر سے وہ علم ہم تک پہنچا ہے۔ اب اگر کوئی اس میں ترمیم کرکے کہے کہ نماز کی اتنی رکعت ہے۔ وہ تمام مجنونوں سے بدتر مخبوط الحواس ہے۔ صلوٰۃ کے معنی صبح، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی سترہ رکعت فرض ہیں۔ وتروں کو زیادہ مؤکد کریں تو بیس رکعت اور اسکے سوا بیس رکعت اور یہ عمل درآمد تواتر سے ثابت ہے اس کیلئے کسی کتاب کی ہمیں ضرورت نہیں۔

مجھے شوق ہوا کہ شیعوں اور خوارج وغیرہ کی نماز دیکھوں۔ صوفیوں اور محدثین کی نماز کا علم پیدا کروں۔ میں نے غور سے دیکھا اور دریافت کیا مگر وہاں بھی سترہ رکعت فرض ہی پائیں۔ پھر جھگڑا کیا؟ کیا روزہ، حج مکّہ اور زکوٰۃ میں؟ اس میں بھی نہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں بھی نہیں۔ ملائکہ پر ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں قیامت اور تقدیر کو ماننے میں سب برابر ہیں۔ اب اس قدر تعامل اور تواتر کے ہوتے ہوئے اگر ایک سکھ اٹھ کر کہے کہ نماز کے یہ معنے ہیں تو کیونکر قابل تسلیم ہوں گے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن کریم کے ساتھ تعامل کا وجود بہت بڑی طاقت کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ: 2) کے معنی جو ہم نے بچپن سے سیکھے ہیں وہ بھی اسی طرح تعامل کے نیچے چلے آتے ہیں۔ اَل کے معنی ساری حمد تعریفیں، ل کے معنی واسطے اللہ معنی اللہ ربّ کے معنی پالنے والا اَل معنی سارے عالمین معنے جہانوں یعنی ساری تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔

آہ! لوگوں نے تعامل کا بھید نہیں سمجھا۔ بچپن کا واقعہ ہے۔ بخاری ہمارے گھر میں تھی۔ خلاصہ کیدانی مجھے یاد کرایا جاتا تھا۔ اس میں رفع سبابہ کا ذکر تھا۔ مفتی محمد صادق کی والدہ کے باپ نے کہا کہ خلاصہ کی شرح ہم بھیجیں گے۔ چنانچہ کالے کالے بستوں میں انہوں نے وہ شرح دی۔ میرے بھائی صاحب نے اسے پڑھ کر کہا کہ رفع سبابہ کی بات تو درست ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس وقت کی کتب کا یہ حال تھا مگر اب مطبع، کاغذ، امن، ڈاک کا انتظام اور وی پی کا طریق دیکھ کر میں تو قربان ہو ہو جاتا ہوں۔ آج اگر کتابوں کے ذریعہ یہ باتیں معلوم نہ ہوں تو تعجب نہیں مگر اس زمانہ میں جب کہ سلسلہ کتب نہ تھا تب بھی ارکان دین کا علم عام تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ نماز کی شکل روزہ حج کی شکل مخلوق سے اتنی سنی ہوگی کہ گن بھی نہیں سکتے اور یہ کہنا کہ قرآن کریم کو مقدم سمجھتے ہیں اسکے بھی معنے معلوم کرنے کیلئے اول تعامل ہے۔ پھر لغت ہے۔ یاد رکھو کہ ہمارا یہ ایمان ہے۔

کوئی تحقیق و قرآن والے کوئی مکالمہ مکاشفہ وحی اگر تعامل خلاف ہو تو تیرہ سو برس کے بعد ایسے لال بجھکڑ کی بات کون مانتا ہے۔

یعنی وہی مکالمہ مکاشفہ اور وحی اب بھی قابل تسلیم ہو سکتی ہے جو قرآن کریم اور تعامل کے خلاف نہ ہو۔

اب میں پھر اصل رکوع کی طرف توجہ

کرتا ہوں۔ اس آیت میں (اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ کَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ سورۃ رعد: آیت 20-ناقل) جاہل کا لفظ نہیں رکھا بلکہ اعمیٰ کا لفظ رکھا۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے کمالات اور عجائبات میں سے یہ بھی ہے کہ ہر دعویٰ کے ساتھ دلائل دیئے ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ رسول اللہ خاتم الانبیاء ہیں۔قرآن کریم نے ہر تعلیم اور دعویٰ کے ساتھ دلائل دیئے ہیں۔اس کی اگر تشریح کروں تو بہت وقت خرچ ہوگا۔مختصراً بتاتا ہوں۔ مثلاً فرمایا کہ شرک نہ کرو۔ اسکی دلیل یہ دی وَهُوَ فَضَّلَکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ (الاعراف: 141) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوسری مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ اب وہ چیز جس کو تم خدا کے سوا معبود بناتے ہو وہ تو تمہاری خادم ہے مخدوم بھی نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ ایسے معبود بناؤ۔ اب یہ کیسی روشن دلیل ہے۔ دعاوی اور دعاوی کے دلائل کے آگے کیا ضرورت باقی رہتی ہے۔ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

دنیا میں مذاہب کے تین بڑے مرکز گزرے ہیں۔ ایک امران امیراموں برہما آسام چائنا وغیرہ کا یہ ایرانی مذہب کی شاخیں ہیں۔ یورپ امریکہ افریقہ کے کنارے اور کچھ ہندوستان کے کنارے یہ عبرانیوں کی شاخ در شاخ ہیں یروشلم (ہولی لینڈ) ان کا مرکز ہے۔

بت پرستی کے کمال میں عرب بھی پیچھے نہیں رہا۔ یرمیا کے نوحہ میں اسکی تفصیل ہے۔ واقعات بتاتے ہیں کہ وہ اپنے مذاہب کے بڑے حامی اور زبردست مؤید تھے لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا کمال ہے کہ تینوں مرکز آپ نے فتح کر لئے۔ دارالسلطنت فتح کر لینے کے بعد اگر کوئی مقابلہ کرے تو یہ مذموی حرکت ہوتی ہے۔ اگر سب کا سب فتح کر لیتے تو پچھلے آنے والوں کیلئے کیا رہتا۔ بہرحال مذاہب کے مرکزوں پر کامیابی حاصل آپ ہی نے کی اور یہ ختم نبوت کی دلیل ہے۔

اللہ کے لفظ پر کسی سماوی کتاب نے قرآن کے برابر زور نہیں دیا۔ سب نے صفاتی نام بیان کئے ہیں۔ دیانند نے سو ایک نام کہے ہیں جن میں پہلا نام اگنی بھسم کرنے والی آگ ہے اور اس میں رحم عدل دیا لتا کر پالتا کا نام بھی نہیں۔ وحدہ لاشریک کہاں آتا ہے مگر اللہ کا لفظ ایسا ہے کہ اسکی نظیر نہیں ملتی یعنی تمام کاملہ صفات سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزہ معبود۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کو جس قدر مطالعہ کرو اللہ کو موصوف اور باقی صفات ہیں۔ اس ایک نقطہ سے بھی آپ خاتم النّبیین ثابت ہوتے ہیں۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص مہدی مجدد کرشنا مصلح ہوگا۔ کچھ ہی اسے کہہ لو انگریزی الفاظ میں ریفارمر کہہ لو کچھ ہی ہو یہ ایک خوبی ہے۔ مگر یہ خوبی کسی کو قیامت تک نہیں مل سکتی جب تک وہ آنحضرت کا خادم اور غلام نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام روحانی فیوض کے حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ آپ کی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام خوبیوں کے جامع ہیں اور اسی لئے آپ کا نام محمدؐ ہے ساری خوبیاں تو اس نام میں جمع ہیں۔ وہی رسول ہوسکتا ہے جو محمدؐ ہو۔ اَب آپ کے بعد کون رسول ہوسکتا ہے؟ پس محمد کا لفظ بھی خود ختم نبوت کی دلیل ہے۔

پھر میں نے غور کیا ہے کہ انسان اپنی انسانیت کے لحاظ سے ساری مخلوق پر حکمران ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ چیتے سے شکار کراتے ہیں۔ بازوں کو دیکھا ہے کہ کیسے چلے جاتے ہیں جو شکار کر کے لے آتے ہیں۔ پھر کبوتر کو دیکھا ہے۔ اعلیٰ درجہ کا کبوتر چوبیس گھنٹہ آسمان پر رہتا ہے۔ پھر جب بلاتے ہیں تو آواز کے ساتھ واپس آجاتے ہیں۔ ایک آدمی بھوکے شیر کے منہ میں سر دیتا ہے۔ یہ ایک قسم کا کسب کمال ہوتا ہے پھر بہت سے لوگ سانپوں کو نچاتے ہیں۔ چوہوں کو دیکھا ہے کہ ان سے تماشا کراتے ہیں۔ ہاتھی گھوڑوں سے ایسا تصرّف کرتے ہیں۔ انہیں کہتے ہیں مرجاؤ تو وہ مردہ کی طرح لیٹ جاتے ہیں اور ان کا حکم مانتے ہیں۔ یہ سب انسانی اخلاق کا نتیجہ ہے مگر تو بھی یہ ایک حد کے نیچے ہوتے ہیں۔ کوئی ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے، وکیل ہے، اکانومسٹ ہے، مصلح قوم ہے، سپہ سالار ہے، فاتح ہے۔ غرض کسی ایک یا دوسرے خُلق میں بڑائی ہوگی مگر اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرماتا ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (القلم: 5)

جس کو خدا تعالیٰ عظیم کہے اس کی عظمت وہم میں بھی نہیں آسکتی۔ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ (التوبۃ: 129) کا عظیم بے مثل ہوتا ہے پھر کہا تو یہ کہا لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ زبان کی خوبیوں کے لحاظ سے یہ جملہ نہایت عجیب ہے۔

پھر عمدہ اخلاق ایک فضل ہے۔ پھر علم کا نظر لیکچر والے کا ناک کا زبان کا قویٰ کا سیاست سپہ گری وغیرہ لاکھوں خدا کے فضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے: کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا (النساء: 114) تجھ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ اب اس عظیم سے پرے تو ختم ہی ختم ہے۔ یہ دلیل ہے ختم نبوت کی۔

اب ہم نظارہ آنکھ کان سے کام لیتے ہیں۔ ایک کتاب میں نے پڑھی اس میں لکھا ہے کہ چرچ آف انگلینڈ کا خرچ چھتیس کروڑ روپیہ ہے۔ پھر اس میں چرچ آف انگلینڈ جہاں جہاں کام کرتا ہے وہاں کا راستہ اور جغرافیہ بھی دیا ہے۔ ایسا ہی میں نے مہاراجہ کپورتھلہ کا سیاحت نامہ پڑھا ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ پوپ کی ملاقات کو گئے اور وہاں دیکھا کہ یورپ کے بہت سے شہزادے پوپ کی خدمت کو حاضر ہیں اور پوپ کے سر پر چنّور کر رہے ہیں۔ ان کو کہا گیا کہ ہاتھ بڑھاؤ مگر پوپ نے ہاتھ نہ بڑھایا۔ پھر ان کو کہا گیا کہ ہاتھ بڑھائے رکھو۔ پوپ نے پوچھا کہ کیا تمہاری ریاست میں مسیحی لوگ بھی رہتے ہیں۔ کہا ہاں کچھ ہیں۔ پھر پوپ نے اقرار لیا کہ کیا آپ ان کی رعایت رکھنے کا اقرار کرتے ہو۔ انہوں نے اقرار کیا تو ہاتھ بڑھایا۔ جس پر انہوں نے بوسہ دیا۔ اس قصہ کو دیکھ کر غور کرو کہ کیسی خواہش اور کوشش ہو رہی ہے اور ہمارے اور ان کے امراء میں کیا فرق ہے۔

میرا ایک دوست جٹ زمیندار ہے مگر بہت ہوشیار چلتا پرزہ ہے۔ مجھے اس نے بیان کیا کہ ایک وقت ہزاونر لیفٹیننٹ سے ملنے گیا۔ ہزاونر نے اسے کہا کہ ملک صاحب! آپ اردو پڑھے ہوئے ہو؟ پھر نہایت عمدہ سنہری جلد والی انجیل لاکر تحفہ دی اور کہا کہ مہربانی کر کے اس تحفہ کو آپ پڑھ لیا کریں۔ اسکے مقابلہ میں ہمارے امراء جو کچھ کرتے ہیں وہ تم سے مخفی نہیں۔ اس لئے تفصیل کی حاجت نہیں۔ باایں اسلام کا محافظ کیسا ہے؟ خدا تعالیٰ کسی نہ کسی کو پیدا کر دیتا ہے اور اسکے ساتھ جماعت کو اکٹھا کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ اسلام دنیا میں زندہ مذہب ہو۔ دیکھو یہود، مجوسی اور نصاریٰ میں مجدد نہیں ہوتے جن کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے فیض حاصل کر کے دوسروں کو فیض یاب کریں۔ وہ لوگ خود قائل ہیں کہ ان میں سے ایسے لوگ نہیں ہوتے اور یہ ان کی تعلیم کی کمزوری اور ان کے ہادیوں کی قوت قدسی کا ضعف ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسی ایسی زبردست اور آپ کی تعلیم ایسی بابرکت ہے کہ تیرہ سو برس تک برابر ایسے لوگ ہوتے آئے اور ہوتے جائیں گے جو احیاء ملت کرتے رہیں گے اور ان کے ہاتھ پر بہتوں کو شفا ہوگی اور وہ دنیا کی ہدایت کا ذریعہ ہوں گے۔ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

ایک شخص نے مجھ سے انجیل کی رو سے ختم نبوت کی دلیل پوچھی۔ میں نے کہا وہاں تو بالکل صاف ہے۔ متی کی انجیل میں باغ کی مثال بیان کی ہے۔ باغ کے مالک کا آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہے اور یہ آخر میں ہے۔ اس لئے مالک کے پرے اور کون ہے جس کا انتظار ہو۔ ختم نبوت کی دلیل ہے۔

پھر قرآن میں ایک جگہ نبوت کا عظیم الشان معیار بتایا ہے اور وہ یہ ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی (النجم: 3) جو ہمارا ہادی ہو اس میں تین باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول وہ اجنبی نہ ہو جس کو کوئی جانتا بھی نہ ہو کیونکہ ایسا

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ

ترجمہ: اے لوگو! تم عبادت کرو اپنے رب کی، جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (البقرہ: 22)

طالب دعا : نورالہدیٰ وافراد خاندان (جماعت احمدیہ سملیہ، صوبہ جھارکھنڈ)

ارشاد باری تعالیٰ

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے، ہر اس شخص کیلئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔ (الاحزاب: 22)

طالب دعا : صبیحہ کوثر وافراد خاندان (جماعت احمدیہ بھونیشور، صوبہ اڈیشہ)

آدمی تھوڑے دنوں کیلئے نیک بن سکتا ہے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ وہ شریر ہو اس لئے ایسا شخص جو ہادی ہونے کا مدعی ہو وہ تم میں سے ہی ہو جسکے حالات سے تم بخوبی واقف ہو۔ دوم وہ بے علم نہ ہو۔ سوم جو وہ تعلیم دیتا ہے اس کا عامل ہو آپ خلاف ورزی نہ کرے۔ مکّہ والو! بتاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے صاحب ہیں یا نہیں؟ ہیں پھر بے علم تو نہیں؟ بالکل نہیں۔ پھر خلاف ورزی تو نہیں کرتا۔ بالکل نہیں۔ اب بتاؤ اس سے آگے کیا شرط ہوگی؟ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

پھر فرمایا عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی (النجم: 6) وہ جس کی طاقتیں بڑی مضبوط ہیں۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلم ہے۔ اس سے پرے کوئی طاقت نہیں۔ پھر وہ ذُوۡمِرَّۃٍ ہے بڑا مضبوط وَہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی (النجم: 8) اس دل گردے کا انسان کوئی ہے؟ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

پھر فرمایا: اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدۃ: 4) تعلیم اور ہدایت کو کامل کر دیا۔ اس پر کسی قسم کے اضافہ کی کبھی حاجت نہیں۔ انسان کیلئے ایمان چاہئے۔ محافظ ایمان چاہئے۔ پھر معاملات تمدن، معاشرہ، اخلاق، سیاست چاہئے۔ معاملات میں بیع شرا، اجارہ استجارہ، رہن تداین، وصایا شہادت، کھانے پینے کا فکر غرض تمام ضروریات دین کی تکمیل کر دی۔ اس سے پرے کسی چیز کی حاجت ہے؟ اگر کوئی ہے تو کلوں کی۔ اگر کلیں بنا کر دیئے جاتے تو کیا سستی کی رغبت دیئے جاتے اور روزمرہ کے ایجادات و ترقیات سے سبکدوش کیا جاتا۔ اس لئے اس کی ضرورت نہ تھی۔ غرض کامل شریعت اور کامل ہدایت دی۔ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے؟ حضرت صاحب کا شعر ہے۔

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لا جرم، شد ختم ہر پیغمبرے

پھر ظلمت بہت بری چیز ہے کفر کی ظلمت ہو رسم کی ہو۔ عادت و جہالت کی ہو بیجا محبت اور غضب کی ہو غرض کسی قسم کی ظلمت ہو بڑے دکھ کا موجب ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی ظلمت سے نجات دیتے ہیں۔ یہ بھی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

ایک حدیث میں پڑھا تھا کہ شام کے وقت گھروں کو بند کرو۔ بچوں کو باہر نہ جانے دو۔ برتن ڈھانپ دیا کرو۔ میں عموماً ان ہدایات پر بحمد اللہ عامل رہتا ہوں۔ چوہوں کو مار دینا چاہئے احرام کی حالت میں بھی چوہے کو مار سکتے ہیں۔ یہ بڑا فاسق ہے۔ کچھ دن ہوئے کہ میں نے لیفٹیننٹ گورنر صاحب کا شائع کردہ ایک رسالہ پڑھا جس میں لکھا تھا کہ ابتدائے ظلمت میں جرمز کا زور ہوتا ہے اور ان تمام اصول کو بیان کیا جن کا نبی کریم نے تیرہ سو برس ہوئے بیان کیا تھا' کہہ اٹھا۔ غرض ہر سکھ کی راہ آپ نے بتائی۔ یہ بھی آپکی ختم نبوت کی دلیل ہے۔

یہ بہت لمبا سلسلہ ہے اور آپ کی ختم نبوت کے اس قدر دلائل ہیں کہ گنتے گنتے تھک جاویں وہ ختم نہ ہوں اور اب وقت بہت ہو گیا ہے میں رکوع بھی ختم نہیں کر سکا۔ غرض یہ ہے مومن بنو اور ان کے جو صفات بیان کئے ہیں وہ اپنے اندر پیدا کرو۔ عہد شکن نہ بنو مومن وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو وفا کرتے ہیں اور عہد اللہ کو توڑتے نہیں۔ نمازوں کو درست رکھتے ہیں۔ بدیوں کے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (خطاب فرمودہ 26؍مارچ 1910ء، بحوالہ خطابات نور، صفحہ 365)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رحم کا لفظ رحمن سے ہے، جو صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ ملا لے گا اور جو قطع رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے قطع تعلق کر لے گا۔

(ترمذی، کتاب البر والصلۃ)

طالب دعا : اراکین مجلس انصار اللہ کولکاتہ (مغربی بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سنو اور اطاعت کرو،
خواہ ایک حبشی غلام کو ہی کیوں نہ تمہارا افسر مقرر کر دیا جائے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

طالب دعا : اراکین جماعت احمدیہ ممبئی (مہاراشٹرا)

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے — کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے — یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا — نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا — کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے — ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں — وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے — لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں — دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں — ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت — اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام — دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں — لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم — جب سے عشق اس کا تہِ دل میں بٹھایا ہم نے
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں — نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو — رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ — تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ — اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار — سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے
نقش ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے — اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے
تیرا میخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا — خُم کا خُم منہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے — تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات — لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی — آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش — جب سے دل میں یہ تیرا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا — نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل — تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام — مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آ کے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5)

★★★

دنیا کا محسن

(خطاب حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جلسہ سالانہ قادیان 1928)

جلسہ کی غرض

آج کا جلسہ اس غرض کیلئے منعقد کیا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں وہ رواداری اور وہ ایک دوسرے کے احساسات کا ادب و احترام پیدا ہو جس کے بغیر نہ خدا مل سکتا ہے اور نہ دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ ہمیں جو تعلیم دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم تمام ادیان کے بزرگوں اور ہادیوں کا ادب و احترام کریں۔ تمام وہ لوگ جن کو ان کی قومیں خدا کی طرف سے کھڑا کیا گیا تسلیم کرتی ہیں، تمام وہ لوگ جن کے متبعین کی جماعتیں پائی جاتی ہیں، جو انہیں خدا کا مرسل اور مامور، اوتار یا بھیجا ہو تسلیم کرتی ہیں ہمارا فرض ہے کہ ہم انکی عزت کریں۔ انکی ہتک سے اجتناب کریں اور اس تعلیم کے ماتحت ہم ہمیشہ ہی مختلف اقوام کے بزرگوں اور ان کے مذہب کے بانیوں کا ادب و احترام کرتے رہے ہیں۔ ہم یہودیوں کے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں۔ ہم عیسائیوں کے بزرگوں کا احترام کرتے ہیں۔ ہم چینیوں کے بزرگوں کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم جاپانیوں کے بزرگوں کا ادب کرتے اور ہم اپنے ابنائے وطن ہندوؤں کے بزرگوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت کرتے ہیں۔ اپنی کسی نفسانیت کی وجہ سے نہیں کرتے۔ کسی ذاتی فائدہ اور غرض کیلئے نہیں کرتے بلکہ واقعہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے اور دنیا کیلئے مامور سمجھ کر کرتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں، دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب کے لوگ جب سنجیدگی سے اس مسئلہ پر غور کریں گے تو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کا قیام خواہ روحانی لحاظ سے ہو اور خواہ جسمانی لحاظ سے اسی پر ہے کہ اپنے خیالات اور اپنی زبانوں پر قابو رکھا جائے اور ایسے رنگ میں کلام کیا جائے کہ تفرقہ اور شقاق نہ پیدا ہو۔

شملہ میں برہمو سماج کا جلسہ

میں پچھلے سال شملہ گیا۔ ان دنوں رام موہن رائے صاحب جو کہ کلکتہ کے بہت بڑے آدمیوں میں سے گزرے ہیں، ان کی برسی تھی اور شملہ میں برہمو سماج کی طرف سے جلسہ ہونا تھا۔ مسز نائیڈو جو کہ ایک ہندو لیڈر ہیں، بڑی بھاری شاعرہ ہیں اور گاندھی جی کی طرح ہندو اور مسلمانوں میں ادب و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں اور بہت اثر رکھنے والی ہستی ہیں وہ مجھے ملنے کیلئے آئیں۔ انہوں نے ذکر کیا کہ رام موہن رائے کی برسی کا دن ہے اور برہمو سماج نے جلسہ کیا ہے کیا یہ اچھا نہ ہوگا کہ آپ بھی اس جلسہ میں چلیں اور تقریر کریں۔ گو میں نے برہمو سماج کے متعلق کچھ لٹریچر پڑھا ہوا تھا مگر مجھے رام موہن رائے صاحب کی ذات کے متعلق زیادہ واقفیت نہ تھی، اس لئے میں حیران سا رہ گیا۔ لیکن معاً میرے دل میں خیال آیا کہ خواہ ان کے ذاتی حالات سے کتنی ہی کم واقفیت ہو مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ انہوں نے شرک کو مٹانے کی ایک حد تک کوشش کی ہے۔ تب میرا انشراح صدر ہو گیا اور میں نے کہا میں اس جلسہ میں آؤں گا۔ چنانچہ میں وہاں گیا۔ مسٹر ایس. آر. داس جو وائسرائے کی کونسل کے قانونی ممبر ہیں وہ اس جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے اور بھی بہت سے معزز لوگ وہاں موجود تھے، مسز نائیڈو بھی تھیں۔ سر حبیب اللہ بھی تھے۔ اتفاق ایسا ہوا اور وہاں کی سوسائٹی کے لحاظ سے یہ کوئی عجیب بات نہ تھی کہ سامعین کا اکثر حصہ اردو نہ جانتا تھا۔ مسز نائیڈو نے مجھ سے پوچھا۔ کیا آپ انگریزی میں تقریر کریں گے۔ میں نے کہا انگریزی میں تقریر کرنے کی مجھے عادت نہیں۔ ولایت میں لکھ کر انگریزی تقریر کرتا رہا مگر زبانی مختصراً چند الفاظ کہنے کے سوا باقاعدہ تقریر کا موقع نہیں ملا۔ مسز نائیڈو نے کہہ دیا اردو میں ہی تقریر کریں لیکن چونکہ پریذیڈنٹ صاحب بالکل اردو نہ سمجھتے تھے اور حاضرین میں سے بھی 90 فیصدی بنگالی تھے جو اردو نہ جانتے تھے اس لئے میں نے تقریر نہ کی اور اس وجہ سے تقریر رہ گئی مگر میں تیار تھا۔ دراصل کسی کی خوبی کا نظر آنا بینائی پر دلالت کرتا ہے اور خوبی کو نہ دیکھ سکنا نابینائی کی علامت ہوتی ہے اور اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ کسی کی خوبی کا انکار نہ کرو۔ اور دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرو۔

جلسہ میلاد

میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے متعلق مسلمانوں میں جلسے ہوتے ہیں مگر وہ خاص مذہبی رنگ کے ہوتے ہیں جیسے مولود کے جلسے۔ ان میں غیر مسلموں کے متعلق یہ امید رکھنا کہ وہ شامل ہوں، بہت بڑی بات ہے ان سے یہ امید تو کی جا سکتی ہے کہ وہ بانی اسلام کی خوبیاں سننے کیلئے آ جائیں۔ مگر یہ کہ کسی جلسہ میں مذہبی رسوم کی پابندی بھی کریں، یہ امید نہیں کی جا سکتی۔ وہ انسانی، علمی اور اخلاقی نقطۂ نگاہ سے تو ایسے جلسوں میں شامل ہو سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق کئے جائیں مگر مذہبی نقطہ نگاہ سے نہیں شامل ہو سکتے۔

ہندو مسلم اتحاد کی تجویز

پس میں نے سمجھا کہ ہندو اور مسلمانوں میں جو بُعد بڑھتا جاتا ہے اسے روکنے کا یہی طریق ہے کہ ایسے جلسے کئے جائیں جن میں رسول کریم ﷺ کے متعلق مذہبی حیثیت سے جلسہ نہ کیا جائے، بلکہ علمی حیثیت سے جلسہ کیا جائے۔ اگر لوگ دوسرے مذاہب کے لیڈروں کی خوبیاں دیکھ اور سن سکتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیاں وہ نہ دیکھ سکیں۔ ایسے جلسوں میں غیر مسلم لوگ بھی شامل ہو سکتے ہیں اور اس طرح وہ خلیج جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے دُور ہو سکتی ہے اور ہندو، مسلمانوں میں صلح ممکن ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں خود مسلمانوں کو بھی رسول کریم ﷺ کے حالات معلوم ہونے سے عقیدت اور اخلاص پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر دوسرے مذاہب کے لوگ جب آپ کے صحیح حالات سنیں گے تو وہ ایسے لوگوں کو جو رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں روکیں گے۔

تحریک کی کامیابی

یہ تحریک خدا کے فضل سے ایسے رنگ میں کامیاب ہوئی ہے کہ جو ہماری امیدوں سے بڑھ کر ہے۔ مثلاً کلکتہ میں بڑے بڑے لیڈروں نے جیسے بپن چندر پال جو گاندھی جی سے پہلے بہت بڑے لیڈر سمجھے جاتے تھے اور سی. پی. رائے وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے ایسے جلسہ کے اعلان میں اپنے نام لکھائے یا لیکچر دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔ اسی طرح اور کئی لیڈروں نے اپنے نام پیش کئے ہیں۔ مدراس کے ایک ہندو صاحب نے کئی ضلعوں میں ایسے جلسے کرانے کا ذمہ لیا ہے اور لکھا ہے کہ ہندوستان میں امن قائم کرنے کیلئے یہ بہت قیمتی چیز ہمیں مل گئی ہے۔ پھر درخواست کی ہے کہ ہر سال ایسے جلسے ہونے چاہئیں۔ اسی طرح تھیوسافیکل سوسائٹی نے مدراس میں جلسہ کرانے کا ذمہ لیا ہے۔ پھر لاہور میں بڑے بڑے آدمیوں نے اس جلسہ کے اعلان پر دستخط کئے ہیں جیسے لالہ دنی چند صاحب جو بہت بڑے کانگریسی لیڈر ہیں۔ پھر سکھوں کے بہت بڑے لیڈر سردار کھڑک سنگھ صاحب نے کہا ہے کہ اگر اس دن میں امرتسر میں ہوا تو وہاں کے جلسہ میں اور اگر سیالکوٹ میں ہوا تو اس جگہ جلسہ میں شامل ہوں گا۔

غرض اس تحریک کو مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم قوموں نے بھی احترام کی نظر سے دیکھا ہے اور نہ صرف احترام کی نظر سے دیکھا ہے بلکہ خواہش کی ہے کہ ایسے جلسے ہمیشہ ہونے چاہئیں تا کہ تفرقہ دُور ہو اور میں سمجھتا ہوں اگر اس سال یہ تحریک کامیاب ہوئی تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ امن قائم کرنے کیلئے نہایت مفید تحریک ہے اور آئندہ ہر قوم اسے زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کی کوشش کرے گی۔ پس اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہم اس مقصد کو پالیں جو کہ ایک ہی جیسا ہندوؤں کو بھی پیارا ہے اور مسلمانوں کو بھی ہے اور وہ ہندوستان کا امن اور ترقی ہے۔

17 جون کے لیکچروں کی بنیاد

اس تمہید کے بعد میں اپنے مضمون کی طرف آتا ہوں۔ میں نے اس وقت ایک آیت پڑھی ہے جو یہ ہے: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۴﴾ اس آیت میں رسول کریم ﷺ کا وہ دعویٰ پیش کیا گیا ہے جس پر میں نے آج کیلئے لیکچر رکھے ہیں۔ آج کے لیکچر کے میں نے تین موضوع قرار دیئے ہیں۔

(1) رسول کریم ﷺ کے احسانات

(2) رسول کریم ﷺ کی قربانیاں

(3) رسول کریم ﷺ کا تقدس

اس آیت میں یہ تینوں امور ہی بیان کئے گئے ہیں۔گویا یہ ہیڈنگ (HEADING) میں نے اپنے پاس سے نہیں رکھے بلکہ قرآن کریم نے پیش کئے ہیں۔رسول کریم ﷺ سے خدا تعالیٰ نے کہلایا ہے کہ تیرے ذریعہ دنیا پر احسان کئے گئے ہیں۔ تجھ سے دنیا کیلئے قربانیاں کرائی ہیں اور تجھ کو پاک کیا گیا ہے۔ صَلوٰۃ کے معنی دعا اور رحمت کے ہیں۔ پس اسکے معنی نیک سلوک اور احسان کے ہوئے۔ نُسُك کے معنی ذبح کر دینے کے ہیں۔ پس اسکے معنی سزا دینے کے ہوئے۔ مَحْیَایَ یعنی زندگی ذاتی آرام اور آسائش اور مماۃ یعنی موت ذاتی قربانی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔پس اس آیت میں یہ بتایا کہ کہو میری عبادت یا میرا لوگوں سے حسن سلوک (یہ بھی صلوہ کے معنی ہیں) اور میرا قربانیاں کرنا اور میری اپنی زندگی اور اپنی موت یہ سب خدا ہی کیلئے ہے۔پہلی چیز جو صَلَاتِیْ ہے، اس میں لوگوں پر احسان کرنے کا دعوی کیا ہے۔یعنی فرمایا میرے ذریعہ لوگوں پر احسان ہوئے ہیں۔دوسرے نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ میں بتایا کہ میرا مارنا یا مرنا یعنی قربانی کرنا یہ بھی خدا ہی کیلئے ہے۔اس آخری جملہ میں تقدس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تقدس کے معنی پاک ہونے کے ہیں اور جو چیز خدا کیلئے ہوگی وہ پاک نہ ہوگی تو اور کون سی پاک ہوگی۔ پس اس آیت میں تینوں باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔ایک تو اس آیت میں دعویٰ بیان کیا گیا ہے اور دوسرے گر بھی بتا دیا ہے کہ احسان اور قربانی اور تقدس کی دلیل کیا ہوتی ہے۔

ایک خاص گر

اس آیت میں یہ گر بتایا گیا ہے کہ کسی شخص کے احسان یا قربانی یا تقدس کو دیکھتے وقت اسکے اعمال کے ٹکڑوں کو نہ لینا چاہئے بلکہ تمام زندگی پر نظر کرنی چاہئے اور اسکے اعمال کے مقصد کو دیکھنا چاہئے صرف سزا کو دیکھ کر یہ خیال کر لینا کہ یہ شخص ظالم ہے، درست نہیں۔یا کسی تکلیف دہ عمل کو دیکھ کر یہ سمجھنا کہ یہ شخص ظالم ہے صحیح نہیں۔کسی کو سزا دیتے ہوئے دیکھ کر کوئی کہے کہ یہ کتنا بڑا ظالم ہے تو بسا اوقات وہ اس کے متعلق رائے قائم کرنے میں غلطی کر جائے گا۔

استاد کے بید

مثلاً ہمارے سامنے اس وقت مدرسہ کی عمارت ہے۔یہاں سے ایک شخص گزرے اور دیکھے کہ ہیڈ ماسٹر ایک لڑکے کو بید لگا رہا ہے اور وہ کہے یہ کتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ اگر استاد کسی لڑکے کی شرارت پر اسے سزا نہ دے گا تو اس لڑکے کے ماں باپ کو حق ہوگا کہ وہ کہیں استاد نے ان کے لڑکے کو آوارہ کر دیا ہے اور اسکی اصلاح نہیں کی اور ممکن ہے کہ لڑکا خراب ہو کر کہیں کا کہیں چلا جائے۔مثلاً لڑکے نے چوری کی یا امتحان میں نقل کی یا کوئی بدکاری کی، اب اگر پیار و محبت سے سمجھانے پر وہ نہیں سمجھتا اور شرارت میں بڑھتا جاتا ہے، جس پر استاد اسے سزا دیتا ہے تو یہ ظلم نہیں ہو گا بلکہ اس سے محبت اور ہمدردی ہوگی۔ پس دیکھنا یہ ہوگا کہ استاد نے لڑکے کو مارا کیوں ہے۔صرف بید لگتے دیکھ کر یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اس پر ظلم کیا گیا ہے۔

اسی طرح کسی گھر میں کوئی ماں یا باپ ایسا نہ ہوگا جس نے کبھی اپنے بچے کو جھڑکا نہ ہو یا تنبیہ نہ کی ہو یا مارا نہ ہو۔مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سب ماں باپ ظالم ہوتے ہیں وہ اپنے بچوں پر ظلم نہیں کرتے بلکہ ان سے پیار اور محبت رکھتے ہیں اور انکی اصلاح کیلئے جب ضرورت سمجھتے ہیں سزا بھی دیتے ہیں۔

ڈاکٹر کا نشتر

اسی طرح کوئی شخص ہسپتال کے پاس سے گزرے اور دیکھے کہ ڈاکٹر نے نشتر نکالا ہوا ہے اور ایک شخص کے جسم کو چیر رہا ہے تو اسے کوئی عقلمند آدمی ظلم نہ کہے گا۔ دیکھنا یہ ہوگا کہ کیوں چیرا دیا گیا ہے۔اگر ڈاکٹر چیرا دے کر پیپ نہ نکالتا یا گندے حصہ کو جدا نہ کرتا تو وہ شخص مرجاتا۔ پس اگر ڈاکٹر کسی کے زخم سے پیپ نکالتا ہے یا اس کے پیٹ کو چیر کر پتھری نکالتا ہے یا اس کا کوئی دانت نکالتا ہے یا بعض دفعہ اس کا ہاتھ یا پاؤں یا ناک یا کان کاٹتا ہے تو وہ ظلم نہیں کرتا بلکہ رحم کرتا ہے اور جو شخص یہ دیکھے گا کہ ڈاکٹر اس قسم کا کام کر رہا ہے وہ یہی کہے گا کہ اس نے احسان کیا ہے اور اسکے احسان ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ لوگ خود ڈاکٹروں کے پاس جاتے اور بڑی بڑی رقمیں دے کر اپنا ہاتھ یا پاؤں یا کوئی اور حصہ کٹواتے ہیں۔اگر یہ رحم اور احسان نہ ہوتا تو روپیہ اسکے بدلے میں دے کر کیوں ایسا کراتے۔کیا کبھی کوئی اپنے پاس سے روپیہ دے کر بھی سزا لیا کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ پر الزام

پس دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کسی فعل کا مقصد کیا ہے۔اسکی غرض فائدہ پہنچانا ہے یا تکلیف دینا اور صرف سزا کو دیکھ کر یہ کہنا کہ ظلم کیا گیا ہے درست نہیں ہے ورنہ دنیا کے سارے مجسٹریٹ سارے استاد سارے ماں باپ سارے ڈاکٹر ظالم قرار دینے پڑیں گے۔بلکہ نعوذ باللہ خدا کو بھی ظالم کہنا پڑے گا کیونکہ ہم روز دیکھتے ہیں کہ وہ ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کی جان نکالتا ہے۔وبائیں آتی ہیں، طوفان آتے ہیں، اگر صرف کسی تکلیف دہ فعل کو دیکھ کر اسے ظلم قرار دینا درست ہوسکتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ خدا بھی ظالم ہے۔لیکن اگر خدا تعالی کے ایسے فعل کی کوئی حکمت ہوتی ہے مثلاً یہی کہ ایک قوم کے نزدیک وہ پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے یا ایک دوسری قوم کے نزدیک گناہوں سے بچانے کیلئے ہوتا ہے۔یا اگلے جہان میں ترقی دینے کیلئے ہوتا ہے۔تو ماننا پڑے گا کہ ہر سزا کو دیکھ کر اسے ظلم نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سزا آتی ہے چاہے اسے تناسخ کا نتیجہ سمجھو، چاہے اس دنیا کی زندگی کے اعمال کی جزا سمجھو، چاہے تنبیہ کے طور پر سمجھو چاہے ترقی کا ذریعہ سمجھو، مگر بہر حال یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ظلم نہیں ہے بلکہ رحم ہے اور انسان کے فائدہ کیلئے ہے۔

غرض کسی انسان کے فعل میں کوئی سختی یا سزا یا موت یا قتل کا پایا جانا ظلم نہیں ہوتا۔ظلم اس وقت ہوتا ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ محبت اور شفقت، ہمدردی اور خیر خواہی کے طور پر نہیں بلکہ انتقام اور بدلہ لینے کیلئے سزا دی گئی ہے۔اگر غصہ اور بے پرواہی بدلہ اور لذت انتقام کیلئے سزا دی جائے تو یہ فعل یا تو عبث ہوگا اور یا ظالمانہ کہلائے گا۔لیکن اگر فعل کی غرض رضائے الٰہی اصلاح نفس سزا یافتہ یا حفاظت حقائق ازلیہ ہو تو یہ فعل برا نہ ہوگا۔

مذہبی لیڈروں کا لڑائی میں حصہ لینا

چنانچہ ہم کہتے ہیں جتنے بڑے بڑے مذہبی لیڈر ہوتے ہیں انہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں لڑائی میں حصہ لیا ہے۔رامچندر جی نے لڑائی میں حصہ لیا۔انہوں نے راون پر جو حملہ کیا اور اسے تباہ کیا یہ درست تھا کیونکہ وہ سبق دینا چاہتے تھے کہ کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔ان کے اس مقصد کو دیکھ کر ہر عقلمند ان کے اس فعل کو درست کہے گا اور ان کی تعریف کرے گا۔اسی طرح کرشن جی نے لڑائی میں حصہ لیا۔لڑائی کرنے کی پر زور تحریک کی اور گیتا میں اس بات پر بڑا زور دیا کہ لڑائی کرنا بھی ضروری ہوتا ہے اور اچھے اغراض کے ماتحت لڑائی کرنا منع نہیں ہے اور بتایا ہے کہ کرشن جی لڑائی کی تحریک خدا کیلئے ہی کر رہے تھے اس لئے ان کا فعل اچھا تھا بُرا نہ تھا۔

اسی طرح دوسرے مذاہب میں بھی مثالیں پائی جاتی ہیں۔اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لڑائی کا موقع نہیں ملا مگر ان کے بعد میں آنے والے پیروؤں نے لڑائیاں کیں اور حق کیلئے کیں۔پس جو کام دنیا کی اصلاح اور فائدہ کیلئے کیا جائے اور نیک نیتی سے کیا جائے، جائز حد تک کیا جائے وہ بُرا نہیں ہوتا بلکہ اچھا ہو تا ہے۔

رحم کس حال میں اچھا ہے

یہی حال رحمت کا بھی ہے۔رحم بھی اسی وقت اچھا ہوتا ہے جب کہ نیک نیتی اور نیک ارادہ سے کیا جائے۔مثلاً ایک شخص کے پاس کسی کا لڑکا ہو جو روز بروز خراب ہوتا جائے مگر وہ اسے کچھ نہ کہے اور کسی برائی سے نہ روکے تو کوئی شخص اسے اچھا نہ کہے گا۔ہر ایک یہی کہے گا کہ اس نے بہت برا کیا۔فلاں کے لڑکے کو خراب کر دیا۔ اسی طرح طبعی رحم بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ایک شخص میں بزدلی پائی جاتی ہے اور اس وجہ سے وہ کسی کو سزا نہیں دے سکتا تو یہ اس کی خوبی نہیں، نہ قابل تعریف بات بلکہ یہ نقص ہے۔اسی طرح اگر کوئی ریا کے طور پر رحم کرے۔اسکے دل میں تو بغض بھرا ہو مگر ظاہر طور پر وہ رحم کا سلوک کرے تو یہ بھی قابل قدر نہ ہوگا۔یا اگر نیک سلوک اس لئے کرتا ہو کہ اسے کچھ حاصل ہو جائے تو یہ بھی قابل تعریف نہ ہوگا جیسے شاعر لوگوں کی اس لئے تعریف کرتے ہیں کہ کچھ مل جائے لیکن اگر حسن سلوک دلیل اور برہان کے ماتحت ہو، فکر کے نتائج میں ہو دوسرے کے فائدہ کیلئے ہو کہ اس سے ان کی اصلاح ہوگی اور امن قائم ہوگا تو یہ قابل قدر چیز ہوگی۔

نفس کا آرام

پھر نفس کے آرام کا بھی یہی حال ہے وہ جس مقصد کیلئے ہوگا اسی کے مطابق اس کا درجہ ہوگا۔اگر وہ لذت نفس کیلئے، سستی یا تکبر کیلئے یا آرام طلبی کی غرض سے ہو تو برا ہے۔لیکن اگر حکمت کے ماتحت ہو اظہار شکر کیلئے ہو تو اچھا ہے۔مثلاً اگر کوئی اس لئے سوتا ہے کہ تازہ دم ہو کر خدا کیلئے یا بنی نوع انسان کیلئے زیادہ محنت

سے کام کر سکے گا تو اس کا یہ آرام پانا قابل تعریف ہوگا۔ یا کوئی کھانا اس لئے کھاتا ہو کہ طاقت پیدا ہو اور دین یا دنیا کی خدمت کرسکوں تو یہ بھی قابل تعریف ہوگا۔ یا اچھے کپڑے اس لئے پہنتا ہو کہ اللہ نے اس پر جو احسان کیا ہے اسے ظاہر کرے۔ صفائی رکھے تو یہ اچھی بات ہے۔ اسی طرح اگر کوئی زہد اختیار کرے یعنی دنیا کی چیزوں کو چھوڑے تو وہ اگر اس لئے چھوڑے کہ لوگ اس کی تعریف کریں تو یہ برا فعل ہے۔ لیکن اگر اس لئے چھوڑے کہ لوگوں کو نفع پہنچائے تو اچھا ہے۔ یا اگر اس لئے چھوڑے کہ لوگ اسے پیر مان لیں تو یہ بُرا ہے۔ لیکن اگر لوگوں کیلئے قربانی کرتا ہے تو یہ اچھا ہے۔

پس اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کو سزا دینا یا ان پر رحم کرنا، کسی کو مارنا یا خود مرنا یا زندہ رہنا اگر خدا کیلئے ہے تو اچھا فعل ہے اور اگر خدا کیلئے نہیں تو پھر اچھا فعل نہیں ہے۔

رسول کریم ﷺ کی زندگی

اس گُر کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو دیکھنا چاہئے کہ آپ کی زندگی لوگوں کے فائدہ کیلئے تھی یا اپنے فائدہ کیلئے۔ آپ کا مرنا اپنے لئے تھا یا لوگوں کے فائدہ کیلئے۔ آپ نے جو احسان کئے وہ اپنے فائدہ کیلئے تھے یا لوگوں کے فائدہ کیلئے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے جو احسان کئے وہ اپنے نفس کیلئے تھے تو پھر خواہ آپ کے دس ہزار احسان گنا دیئے جائیں یہ آپ کی کوئی خوبی نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے کسی کو جو سزا دی وہ غصہ اور انتقام کے طور پر دی تھی تو بے شک یہ بری بات ہوگی۔ لیکن اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ لوگوں کے فائدہ کیلئے ایسا کیا گیا اور یہ ایسی ہی سزا تھی جیسی خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو دیتا ہے اور جو دوسروں کے فائدہ کیلئے ہوتی ہے تو یہ قابل تعریف بات ہو گی۔ اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی زندگی اپنے ذاتی آرام و آسائش کیلئے خرچ کی تو یہ بُری بات ہوگی۔ لیکن اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ آپ نے اپنی زندگی خدا تعالیٰ کیلئے خرچ کی تو یہ مقدس زندگی ہوگی۔ اسی طرح آپ کی موت اپنے لئے ہوئی تو بُری ہوگی لیکن اگر خدا کیلئے ہوئی تو مقدس ہوگی۔

بُری قربانی

دیکھو کئی دفعہ قربانی بھی بُری ہو جاتی ہے۔ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک شخص آ کر اسلامی لشکر میں شامل ہو گیا اور بڑے زور سے لڑتا رہا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا یہ بڑی جانبازی سے لڑا ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے کہا یہ جہنمی ہے۔ یہ بات سن کر ان لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور ایک شخص اسکے پیچھے چل پڑا۔ آخر وہ زخمی ہوا اور اس سے پوچھا گیا کہ تم کیوں لڑے ہو تو اس نے کہا کہ میں کسی نیک مقصد کیلئے نہیں لڑا بلکہ مجھے اس قوم سے بغض تھا اس کی وجہ سے لڑا تھا تو رسول کریم ﷺ نے اسکے فعل کو پسند نہ کیا حالانکہ وہ آپ کی طرف سے لڑا تھا بلکہ آپ نے فرمایا چونکہ یہ صداقت کیلئے نہیں لڑا بلکہ نفسانیت کیلئے لڑا ہے اس لئے اس کا یہ فعل ناپسندیدہ ہے۔

غرض جب مقصد اور مدعا اچھا ہو سزا بھی اچھی ہوتی ہے اور احسان بھی اچھا ہوتا ہے۔ لیکن اگر مقصد خراب ہو تو سزا بھی خراب ہوتی ہے اور احسان بھی۔

رسول اللہ ﷺ کا تقدس

گو احسان اور قربانی میں ہی تقدس کا ذکر آ جاتا ہے کیونکہ نیک نیتی کے ساتھ دوسروں کے فائدہ کیلئے خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھ کر کام کرنے کا نام ہی تقدس ہے مگر میں اصولی طور پر بھی بعض باتیں بیان کر دیتا ہوں۔

تقدس کا دعویٰ

سب سے پہلی چیز دعوی ہوتا ہے اور جب مصلحین کا سوال ہو تو سب سے مقدم امر یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ انہوں نے خود بھی اس امر کا دعوی کیا ہے یا نہیں کہ جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق ہمیں صاف لفظوں میں تقدس کا دعوی نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ آپ فرمائیں کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ ان کے سامنے یہ بات پیش کرو کہ میں بچپن سے تمہارے اندر رہا ہوں بچہ تھا کہ تم میں رہتے ہوئے بڑا ہوا۔ تم نے میری ایک ایک بات دیکھی ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں نے کبھی جھوٹ اور فریب سے کام لیا اگر کبھی نہیں لیا تو پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ آج میں تم سے کوئی فریب کر رہا ہوں۔ یہ رسول کریم ﷺ کا دعویٰ ہے کہ آپ پر لوگ کوئی عیب نہیں لگا سکتے۔ پس وہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خدا پر آپ نے جھوٹ بولا۔ اس دعوی کا ردّ چونکہ آپ کے دشمنوں نے نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ انہیں بھی آپ کے تقدس کا اقرار تھا۔

تقدس کے دعویٰ کا ایک اور ثبوت

دوسری شہادت ایک اور ہے۔ یہ بھی قرآن کریم کی ہے اور قرآن کریم کے نہ ماننے والوں کیلئے گو دلیل نہیں لیکن اس سے دعوی ضرور ثابت ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ اللہ تعالیٰ آپ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ہمیں معلوم ہے کہ لوگ تجھے جھوٹا اور فریبی کہتے ہیں، مکار اور ٹھگ قرار دیتے ہیں، طالب حکومت اور شوکت بتاتے ہیں اور یہ باتیں تجھے بری لگتی ہیں مگر اس لئے نہیں کہ یہ تجھے برا کہتے ہیں بلکہ اس لئے کہ یہ لوگ ہماری باتوں کا انکار کرتے ہیں۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ کسی کے مذہب کو اگر کوئی برا بھلا کہے تو اسے اتنا جوش نہیں آتا جتنا اس وقت آتا ہے جب کوئی اسے گالی دے۔ مگر یہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نفس کی یہ حالت ہے کہ انہیں جو چاہیں کہہ لیں مگر خدا تعالیٰ کی باتوں کا انکار نہ کریں اور اسکی شان کے خلاف باتیں نہ کریں۔ گویا آپ کا غم و حزن محض اللہ کیلئے تھا اپنی ذات کیلئے نہ تھا۔

اپنے متعلق اپنی شہادت

اب ایک اور شہادت آپ کے تقدس کی پیش کرتا ہوں جو آپ کی اپنی شہادت ہے۔ عموماً اپنے متعلق اپنی شہادت کو وقعت نہیں دی جاتی لیکن یہ ایسی بے ساختہ شہادت ہے کہ جس کے درست تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔

جب آپ کو پہلے پہل الہام ہوا تھا تو آپ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے جو عیسائی تھے۔ عیسائیوں میں چونکہ الہامی کتاب تھی اور عربوں میں نہ تھی اس وجہ سے حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی ان کے پاس آپ کو لے گئیں تا ان سے اسکے متعلق مشورہ کریں۔ آپ نے ان سے ذکر کیا کہ مجھے اس طرح الہام ہوا ہے۔ ورقہ نے کہا تمہاری قوم تمہیں تمہارے وطن سے نکال دے گی۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا تو تمہاری مدد کرتا۔ یہ سن کر آپ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ اَوَمُخْرِجِيَّ هُمْ میں ہمیشہ لوگوں کا خیرخواہ رہا ہوں اور ان کی بھلائی کی کوشش کرتا رہا ہوں پھر کس طرح ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ مجھے نکال دیں گے۔

یہ شہادت گو آپ کی اپنی شہادت ہے مگر ہر عقلمند کو ماننا پڑے گا کہ سچی ہے کیونکہ ایسے موقع پر منہ سے نکلی ہے جب کہ کسی بناوٹ کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کیا یہ بھی ممکن ہے کہ میرے جیسے خیرخواہ اور ہمدرد کو نکال دیں۔ وہ لوگ مجھ سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔ مجھے صدوق اور امین قرار دیتے ہیں میری خیرخواہی کے قائل ہیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ نکال دیں۔ میں نے تو کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا، کسی سے کبھی فریب نہیں کیا۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔

یہ بھی اس بات کی ایک شہادت ہے کہ آپ کی زندگی مقدس تھی کیونکہ آپ یہ خیال ہی نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی یا یہ کہ قوم کے پاس آپ کو نکالنے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے۔

بیوی کی شہادت

چونکہ خاوند کی سب سے زیادہ راز دان بیوی ہوتی ہے اس لئے میں آپ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق آپ کی بیوی کی بھی ایک شہادت پیش کرتا ہوں۔ یہ شہادت لوگوں کے سامنے نہیں دی گئی کہ اس میں بناوٹ کا شبہ ہو بلکہ علیحدہ گھر میں دی گئی ہے۔

رسول کریم ﷺ نے 25 سال کی عمر میں ایک چالیس سالہ عمر کی عورت سے شادی کی۔ 25 سال کی عمر میں مرد پورا جوان ہوتا ہے اور چالیس سالہ عورت بڑھاپے کی طرف جا رہی ہوتی ہے۔ اس عمر کا نوجوان اول تو پہلے ہی ایسے رشتہ کو ناپسند کرتا ہے اور اگر رشتہ ہو جائے تو ناگوار حالات رونما ہو جاتے ہیں۔ وجہ یہ کہ ایسی عمر میں مرد کی خواہشات اور ہوتی ہیں اور عورت کی اور۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اس نکاح کے 15 سال بعد نبوت کا دعوی کیا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 55 سال کی تھی اور آپ کی عمر چالیس سال کی۔ اس پندرہ سال کے عرصہ میں حضرت خدیجہ نے جو نتیجہ نکالا وہ یہ تھا کہ جب آپ کو الہام ہوا اور آپ اس بات سے گھبرا گئے کہ میں کہاں اور یہ درجہ کہاں اور آپ نے حضرت خدیجہ سے ذکر کیا تو انہوں نے آپ سے کہا

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى

نَوَائِبِ الْحَقِّ- فَلَا يُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْكَ الشَّيَاطِيْنَ وَالْاَوْهَامَ وَالْاُمَرَاءَ اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَكَ لِهِدَايَةِ قَوْمِكَ

حضرت خدیجہ الہام نازل ہونے کا ذکر سن کر فوراً کہتی ہیں نہیں نہیں، خدا کی قسم، خدا کبھی آپ کو ضائع نہ کرے گا۔ آپ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں ۔ کبھی کوئی بے کس آپ کو نظر نہیں آیا جس کا آپ نے بوجھ نہ اٹھایا ہو۔ سارے عرب میں یہ خوبیاں نہ تھیں آپ نے زندہ کیں ۔ کوئی مسافر آپ کے پاس نہیں آیا جس کی مہمانی آپ نے نہ کی ہو۔ کسی پر جائز مصیبت نہیں پڑی جس کی مدد کیلئے آپ تیار نہ ہو گئے ہوں ۔ پس کبھی آپ پر خدا تعالیٰ شیاطین کو مسلط نہ کرے گا اور کبھی خدا آپ کو مجنون نہ کرے گا۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنی قوم کی ہدایت کیلئے چن لیا ہے۔

یہ اس عورت کی گوانی ہے جس نے چالیس سال کی عمر میں 25 سالہ مرد سے شادی کی تھی اور اس مرد سے شادی کی تھی جو غریب تھا اور ایسی حالت میں شادی کی تھی کہ کئی لاکھ روپیہ کی وہ مالک تھی ۔ پھر اس نے اپنی ساری دولت خاوند کے ہاتھ میں دے دی تھی اور اس خاوند کے حق میں دی ہے جس نے وہ ساری دولت غریبوں میں لٹا دی تھی ۔ ایسی حالت میں اس عورت کو اپنے خاوند کے متعلق شکایت کے بیسیوں مواقع پیدا ہو سکتے تھے۔ مگر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے ہیں کہ یہ بوجھ جو مجھ پر ڈالا گیا ہے مجھ سے کس طرح اٹھایا جائے گا تو وہ بے ساختہ کہہ اٹھیں کہ کس طرح یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا آپ پر شیطانوں کو مسلط کر دے مرد کا عورت سے بڑھ کر محرم راز کوئی نہیں ہو سکتا ۔ پس یہ اس محرم راز کی شہادت ہے آپ کے تقدس کے متعلق ۔ اور وہ بھی لوگوں کے سامنے نہیں کہ کہا جائے اپنے خاوند کی حمایت کیلئے اس نے ایسا کہا بلکہ الگ طور پر آپ کو تسلی دینے کیلئے کہتی ہے ۔ یہ اتنی بڑی شہادت ہے کہ کسی کو اس کے انکار کی گنجائش نہیں ہو سکتی ۔

دوستوں کی شہادت

یہ تو آپ کے تقدس کے متعلق آپ کی بیوی کی شہادت ہے مگر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بیویوں سے تو اچھا سلوک کرتے ہیں مگر اپنے ملنے جلنے والوں سے ان کا سلوک اچھا نہیں ہوتا۔ اس لئے کوئی کہہ سکتا ہے مان لیا بانیٔ اسلام کی زندگی بیوی کے متعلق پاکیزہ تھی لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اپنے دوستوں کے متعلق بھی اچھی تھی اس لئے میں آپ کے دوستوں کی شہادت پیش کرتا ہوں ۔ ان دوستوں میں سے ایک تو ایسے دوست کی شہادت پیش کرتا ہوں جو آپ پر ایمان لایا اور ایک ایسے کی جو ایمان نہ لایا۔ جو دوست ایمان لایا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے ۔ ان کی گواہی یہ ہے ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوی کیا تو لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپ پاگل ہو گئے ہیں یا آپ جھوٹ بولتے ہیں ۔ حضرت ابو کر رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ سے باہر تھے ۔ واپسی پر کسی دوست کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس شخص کی لونڈی نے آ کر کہا آپ نے سنا کیسا اندھیر ہو گیا ہے کہ خدیجہ کے خاوند محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعوی کیا ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور میں نبی ہوں ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر چپ چاپ اٹھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ۔ آ کر دروازہ پر دستک دی ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکل کر آئے اور چاہا کہ آپ کو اپنے دعوی سے خبردار کریں کہ انہوں نے کہا مجھے ایک بات پوچھ لینے دیں ۔ آپ نے رسالت کا دعوی کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں ۔ انہوں نے کہا بس میں اور کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں آپ پر ایمان لاتا ہوں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں نے جسے بھی اسلام کی دعوت دی اس میں کچھ کجی پائی لیکن ابو بکر نے فوراً ہی میری بات کو قبول کر لیا۔ (اس سے مراد خاندان کے باہر کے لوگ ہیں ورنہ حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، اور زید بن حارثؓ جو بیٹوں کی طرح آپ کے گھر میں پلے تھے اس میں شامل نہیں ۔ یہ لوگ فوراً ایمان لے آئے تھے)

یہ دوست کی شہادت ہے کہ وہ کوئی دلیل کوئی ثبوت کوئی معجزہ طلب نہیں کرتا۔ صرف اتنا کہتا ہے کہ یہ بتا دیجئے کیا آپ نے دعویٰ کیا ہے؟ اور جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ کیا ہے تو ایمان لے آتا ہے۔

ایک اور دوست آپ کا حکیم ابن حزام تھا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے قریب جا کر ایمان لایا۔ 21 سال کے قریب وہ آپ کا مخالف رہا۔ مگر باوجود اسکے کہ اس نے آپ کے دعویٰ کو نہ مانا، تاہم اتنا اخلاص رکھتا تھا کہ ایک بادشاہ کا مال جب مکہ میں آ کر نیلام ہوا تو ایک کوٹ جو کئی سو کی قیمت کا تھا اور لوگوں کو بہت پسند آیا تھا، اسے جب اس نے دیکھا تو کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے زیادہ یہ کسی کو نہ سجے گا۔ اس نے وہ کوٹ خرید لیا اور ہدیہ کے طور پر آپ کیلئے مدینہ میں لے کر آیا۔

اس اخلاص سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ آپ کو غلطی لگ گئی ہے ۔ مگر یہ نہ سمجھتا تھا کہ آپ فریب دے رہے ہیں ۔ تبھی تو باوجود ایمان نہ لانے کے وہ آپ کیلئے ایک قیمتی تحفہ خرید کر مکہ سے مدینہ تین سو میل کی مسافت طے کر کے لے گیا۔

ایک غیر جانب دار کی شہادت

لیکن بعض دفعہ دوست کی شہادت کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ دوست جو ہوا۔ اس کی شہادت دوست کے حق میں ہی ہوگی ۔ اس لئے میں ایک غیر جانبدار کی شہادت پیش کرتا ہوں ۔ وہ آپ کے بچپن کے متعلق ہے اور یہ ایک لونڈی کی شہادت ہے ۔ ابو طالب کی لونڈی کہتی ہے جب بچپن میں آپ اپنے چچا ابو طالب کے گھر آئے تو سارے بچے آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے مگر آپ نے کبھی ایسی باتوں میں حصہ نہ لیا۔ کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ کر سارے بچے لپک پڑتے مگر آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے ۔ جو کچھ دے دیا جاتا کھا لیتے، خود کچھ نہ مانگتے ۔ یہ آپ کے وقار، عزت نفس اور سیر چشمی کے متعلق شہادت ہے ۔

بہت بڑے دشمن کی شہادت

مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک وقت اور ایک حالت کے متعلق ہے اس لئے میں ایسی شہادت پیش کرتا ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن کی ہے اور بچپن سے لے کر ادھیڑ عمر تک کے زمانہ کے متعلق ہے ۔ اس شخص نے آپ کی مخالفت میں ہر طرح سے حصہ لیا تھا ۔ آپ پر پتھر پھینکے، آپ کے قتل کے منصوبے کئے ۔ اس کا نام نضر بن الحارث تھا۔ یہ اُن 19 اشخاص میں سے تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے منصوبہ میں شامل تھے ۔ جب دعویٰ کے بعد لوگ مکہ میں آنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعویٰ کا چرچا پھیلا تو مکہ کے لوگوں کو فکر پیدا ہوئی کہ حج کا موقع آ رہا ہے ۔ بہت سے لوگ یہاں آئیں گے اور ان کے متعلق پوچھیں گے تو ان کو کیا جواب دیں گے ۔ اس کیلئے انہوں نے مجلس کی جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار اکٹھے ہوئے تا کہ سب مل کر ایک جواب سوچ لیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ اور سب ہی

جان ودلم فدائے جمالِ محمدؐ است

منظوم فارسی کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہیں، میرا یہ خاکی جسم آل محمدؐ کے کوچے پر قربان ہے

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمدؐ است

میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا، اور عقل کے کانوں سے سنا، ہر جگہ محمدؐ کے جلال کا شہرہ ہے

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خُدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

معرفت کا یہ چشمۂ رواں جو میں خلقِ خدا کو پیش کرتا ہوں، یہ محمدؐ کے کمالات کے سمندر میں سے محض ایک قطرہ ہے

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدؐی ست
ویں آبِ من ز آبِ زُلال محمدؐ است

میری یہ آگ محمدؐ کے ہی عشق الٰہی کی آگ کا پرتو ہے، میرا یہ پانی یعنی زندگی بخش تعلیم محمدؐ کا ہی مصفّٰی پانی ہے

......☆......☆......☆......

لوگ ہم کو جھوٹا سمجھیں ۔ اس مجلس میں مختلف جواب پیش کئے گئے ۔ ایک شخص نے کہا یہ کہہ دو کہ جھوٹا ہے ۔ اس وقت نضر بن الحارث کھڑا ہوا اور کہنے لگا قَدْ کَانَ مُحَمَّدٌ فِیْکُمْ غُلَامًا حَدَثًا اَرْضَاکُمْ وَاَصْدَقَکُمْ حَدِیْثًا وَاَعْظَمَکُمْ اَمَانَتًا حَتّٰی اِذَا رَاَیْتُمْ فِیْ صُدْغَیْهِ الشَّیْبَ وَجَاءَکُمْ بِمَا جَاءَکُمْ قُلْتُمْ سَاحِرٌ لَا وَاللّٰہِ مَا هُوَ بِسَاحِرٍ ۔ وہ بڑے جوش سے کہنے لگا جواب وہ سوچو جو معقول ہو۔ محمد تمہارے اندر پیدا ہوا۔ تمہارے اندر جوان ہوا۔ تم سب اسے پسند کرتے تھے اور اسکے اخلاق کی تعریف کرتے تھے ۔ اسے سب سے سچا سمجھتے تھے ۔ یہاں تک کہ وہ بوڑھا ہوگیا اور اس کے سر میں سفید بال آگئے اور اس نے وہ دعویٰ کیا جو کرتا ہے ۔ اب اگر تم کہو گے کہ وہ جھوٹا ہے تو اسے کون جھوٹا مانے گا ۔ لوگ تمہیں ہی جھوٹا کہیں گے ۔ اس جواب کو چھوڑ کر کوئی اور جواب گھڑو۔

یہ دشمن کی گواہی ہے اور بہت بڑے دشمن کی گواہی ہے ۔ پھر تائید کیلئے گواہی نہیں بلکہ ایسی مجلس میں پیش کی گئی ہے جو آپ کی مخالفت کیلئے منعقد کی گئی تھی اور اس لئے پیش کی گئی تھی کہ کس طرح لوگوں کو آپ کی طرف سے پھرایا جائے۔

خادم کی شہادت

پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دوستوں سے بھی اچھا سلوک کرتے ہیں۔ بیویوں سے بھی اچھا معاملہ کرتے ہیں ۔ بھائیوں سے بھی عمدگی سے پیش آتے ہیں مگر اپنے نوکروں پر سختی کرتے ہیں ۔ اس لئے یہ سوال ہوسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلوک نوکروں سے کیسا تھا ۔ اس کیلئے ایک ایسے شخص کی شہادت پیش کی جاتی ہے جو بچپن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہا اور آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہا ۔ وہ شخص انسؓ تھے ۔ وہ بیان کرتے ہیں خواہ مجھ سے کوئی کام کتنا ہی خراب ہو جائے، کبھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ نہ ہوتے تھے اور نہ ہی بُری نظر سے دیکھتے تھے ۔ پھر آپ نے مجھے کوئی کام ایسا نہیں بتایا جو میں نہ کر سکتا تھا اور جو کام مجھے بتاتے آپ بھی میرے ساتھ اس میں شامل ہو جاتے اور آپ کبھی سخت کلامی نہ کرتے تھے۔

معاملہ کرنے والے کی شہادت

پھر کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے دوستوں اور نوکروں سے بھی اچھا معاملہ کرتے ہیں مگر جب کسی سے مشارکت مالی انہیں ہو جاتی ہے تو پھر ان کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے ۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جن لوگوں کو معاملہ پڑا ہم ان کی شہادت پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

قیس بن سائب ایک شخص تھا جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مل کر تجارت کی تھی ۔ وہ مدتوں تک مسلمان نہ ہوا ۔ فتح مکہ کے بعد وہ آپ کے پاس آیا اور کسی نے بتایا کہ یہ فلاں شخص ہے ۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہاری نسبت اسے زیادہ جانتا ہوں ۔ اس سے مل کر میں نے تجارت کی تھی ۔ اس نے کہا نِعْمَ الشَّرِیْكُ لَا یُدَارِیْ وَلَا یُمَارِیْ وَلَا یُشَارِیْ کہ اس سے اچھا شریک میں نے نہیں دیکھا ۔ اس نے کبھی ٹھگی نہ کی ۔ کبھی کوئی شرارت نہ کی ۔ کبھی کوئی جھگڑا نہ کیا۔

وصال کے بعد کی شہادتیں

پھر کہا جا سکتا ہے کہ آپ بڑے آدمی تھے ۔ زندگی میں لوگ ان سے ڈرتے تھے اور کوئی مخالفانہ بات نہ کہہ سکتے تھے اس لئے میں اس زمانہ کو لیتا ہوں جب کہ آپ فوت ہو گئے کہ اس وقت آپ کے متعلق کیا شہادت ملتی ہے۔

دوسری بیوی کی شہادت

اس زمانہ کے متعلق بھی پہلے میں آپ کی ایک بیوی کی شہادت پیش کرتا ہوں اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ کی نو بیویوں میں سے ایک ہیں ۔ کسی کی دو بیویاں ہوں تو اسکے متعلق شکایت پیدا ہو جاتی ہے مگر آپ کی 9 بیویاں تھیں اور بڑھاپے کی عمر کی تھیں اور وہ بیویاں تھیں جن کو کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ ملا تھا۔ مگر کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا رسول کریم کے خلق کے متعلق تو کچھ بتائیے تو انہوں نے کہا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن قرآن میں جن اخلاق حمیدہ کا ذکر ہے وہ سارے کے سارے آپ میں پائے جاتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی محبت کا یہ حال تھا کہ کسی نے انہیں دیکھا کہ روٹی کھا رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ۔ پوچھا یہ کیا ۔ آپ کیوں رو رہی ہیں ۔ تو کہا کیوں نہ رؤوں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو گئے مگر کبھی چھنے آٹے کی روٹی میں پکا کر ان کو نہ کھلا سکی ۔ اب جو میں ایسی روٹی کھا رہی ہوں تو میرے گلے میں پھنس رہی ہے ۔ اس وقت اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تو میں انہیں یہ روٹی کھلاتی۔

کسی کو جب ذرا آرام مل جاتا ہے تو وہ اپنے پیارے سے پیارے عزیزوں کو بھول جاتا ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نوجوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں، جنہیں کوئی دنیاوی آرام رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں حاصل نہ ہوا تھا وہ آپ کے اخلاق کی ایسی معتقد ہیں کہ جب انہیں اچھی چیز ملتی ہے تو کہتی ہیں کاش رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتے تو میں انہیں کھلاتی۔

خلفاء کی شہادتیں

پھر میں آپ کے خلفاء کی شہادت کو لیتا ہوں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی کسی کا قائم مقام بنتا ہے تو اسکی مذمت کرتا ہے تا کہ اپنی عزت قائم کرے سوائے اسکے جس سے خاص روحانی اور اخلاقی تعلقات ہوں۔

حضرت ابوبکر کی شہادت

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ

دِل آپؐ کا ہے آپؐ کی جان، آپؐ کا بدن

(منظوم کلام حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

گلشن میں پھول، باغوں میں پھل آپؐ کے لئے
جھیلوں پہ کِھل رہے ہیں کنول آپؐ کے لئے
میری بھی آرزو ہے، اِجازت ملے تو مَیں
اَشکوں سے اِک پروؤں غزل آپؐ کے لئے
مژگاں بنیں، حکایتِ دل کے لئے قلم
ہو رَوشنائی، آنکھوں کا جل آپؐ کے لئے
اِن آنسوؤں کو چرنوں پہ گرنے کا اِذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپؐ کے لئے
دِل آپؐ کا ہے آپؐ کی جان، آپؐ کا بدن
غم بھی لگا ہے جان گسل آپؐ کے لئے
میں آپؐ ہی کا ہوں، وہ مری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپؐ کے لئے
گو آ رہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت
نغمہ سرا ہیں دَشت و جبل آپؐ کے لئے
ہر لحظۂ فراق ہے عمرِ درازِ غم
گزرا نہ چین سے کوئی پل آپؐ کے لئے
آ جایئے کہ سکھیاں یہ مل مل کے گائیں گیت
موسم گئے ہیں کتنے بدل آپؐ کے لئے
ہم جیسوں کے بھی دید کے سامان ہو گئے
ظاہر ہوا تھا حسن ازل آپؐ کے لئے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس
حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کریں
روحانیت میں ترقی کریں
(پیغام حضور انور بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ جرمنی 2019)
طالب دعا : شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس
ہر پہلو سے جائزہ لے کر
اپنی کمیوں کو دُور کرنے کی کوشش کریں
(پیغام حضور انور بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ جرمنی 2019)
طالب دعا: ناصر احمد ایم. بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم. اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

عنہ جو رسول کریم ﷺ کے پہلے خلیفہ ہوئے، جب ان کے وقت میں سارے عرب میں بغاوت ہوگئی اور لوگوں نے کہہ دیا ہم ٹیکس نہیں دیں گے تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ ان لوگوں سے مقابلہ پیش آ گیا ہے، اس لئے رسول کریم ﷺ نے وفات سے قبل جو لشکر روانہ کیا تھا، اسے روک لیا جائے۔ پہلے بغاوت کو فرو کر لیا جائے اور پھر لشکر کو بھیجا جائے۔ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں رسول کریم ﷺ کی اتنی عظمت تھی کہ اپنے باپ کا نام لے کر کہنے لگے کیا ابن ابی قحافہ کی یہ طاقت ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکر کو روک لے۔ خدا کی قسم! اگر دشمن مدینہ میں آ کر ہماری عورتوں کو گھسیٹنے لگے تو بھی میں رسول کریم ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکر کو نہیں روکوں گا۔

اس واقعہ کو سن کر کوئی کہہ سکتا ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بانی اسلام اپنے دعویٰ میں سچے تھے۔ ہم بھی کہتے ہیں بے شک صرف اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا مگر اس سے یہ تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہ نہایت راستباز اور متقی انسان تھے کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے قول کا پاس ان کے شاگردوں کو غیر معمولی حد تک تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

دوسری شہادت آپ کے دوسرے خلیفہ کی پیش کرتا ہوں اور وہ بھی موت کے وقت کی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے اس بات کیلئے بڑی تڑپ ظاہر کی کہ آپ کو رسول کریم ﷺ کے قدموں میں دفن ہونے کی جگہ مل جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہلا بھیجا کہ اگر اجازت دیں تو مجھے آپ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔

حضرت عمر وہ انسان تھے جن کے متعلق عیسائی مورخ بھی لکھتے ہیں کہ انہوں نے ایسی حکومت کی جو دنیا میں اور کسی نے نہیں کی۔ وہ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دیتے ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ایسا شخص ہر وقت کی صحبت میں رہنے والا مرتے وقت یہ حسرت رکھتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے قدموں میں اسے جگہ مل جائے۔ اگر رسول کریم ﷺ کے کسی فعل سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی کہ آپ خدا کی رضا کیلئے کام نہیں کرتے تو کیا حضرت عمرؓ جیسا انسان اس درجہ کو پہنچ کر کبھی یہ خواہش کرتا کہ آپ کے قدموں میں جگہ پائے۔

حضرت عثمان کی شہادت

تیسری شہادت میں آپ کے تیسرے خلیفہ کی پیش کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس قدر آپ کی عزت واحترام اُن کی نظر میں تھا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں بغاوت ہوگئی اور باغیوں نے یہ منصوبہ کیا کہ ان کو مار دیں۔ اس وقت حضرت معاویہ ان کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ باغیوں کا خیال ہے کہ آپ کو مار کر کسی اور صحابی کو خلیفہ بنالیں گے اس لئے آپ بڑے بڑے صحابہ کو باہر بھیج دیں۔ مگر اس وقت جب کہ بغاوت پھیل رہی تھی اور حضرت عثمانؓ کو اپنی جان کا خطرہ تھا انہوں نے کہا اے معاویہ! یہ کس طرح مجھ سے امید کی جاسکتی ہے کہ میں اپنی جان بچانے کیلئے ان لوگوں کو مدینہ سے باہر بھیج دوں جنہیں محمد ﷺ نے جمع کیا تھا۔ گویا انہوں نے اپنی جان قربان کر دی مگر صحابہ کو باہر بھیجنے کیلئے تیار نہ ہوئے اس لئے کہ ان کو محمد ﷺ نے جمع کیا تھا۔

کیا یہ ادب اور یہ احترام اس شخص کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے جس نے ساری عمر رسول کریم ﷺ کے ساتھ رہ کر آپ کی کوئی ٹھگی دیکھی ہو۔

حضرت علیؓ کی شہادت

حضرت علی چونکہ آپ کے عزیز ترین رشتہ دار تھے اور ان کی ساری زندگی ہی آپ کی صداقت کی شہادت میں پیش کی جاسکتی ہے اس لئے ان کے کسی خاص واقعہ کو بیان کرنا میں ضروری نہیں سمجھتا۔

شہادت کا نتیجہ

یاد رکھو شہادت اسی وقت کے لوگوں کی ہوتی ہے۔ پس آپ کی بیوی کی شہادت پیش کی گئی کہ آپ کے اخلاق نہایت اعلیٰ تھے۔ پھر آپ کے دوستوں دشمنوں کی شہادت پیش کی گئی ہے۔ پھر وفات کے بعد کے زمانہ کے متعلق شہادت پیش کی گئی ہے۔ پھر کیا یہ ہوسکتا ہے کہ موقع کے لوگوں کی گواہی تو قابل اعتبار نہ سمجھی جائے اور بعد کے لوگ جو کہیں اسے درست مان لیا جائے۔ موقع ہی کی گواہی اصل گواہی ہوتی ہے اور موقع کے دوست دشمن سب کہتے ہیں کہ محمد ﷺ مقدس وجود تھے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ بعد میں آنے والے لوگ آپ کو مقدس نہ کہیں۔

(انوار العلوم، جلد 10، صفحہ 245)

......☆......☆......☆......

سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ
دلم ہر وقت قربانِ محمد ﷺ

کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عجب نوریست در جانِ محمدؐ | عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف | کہ گردد از محبّانِ محمدؐ
عجب دارم دل آں ناکساں را | کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم | کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
خدا زاں سینہ بیزار ست صد بار | کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ
خُدا خود سوزد آں کِرمِ دنی را | کہ باشد از عدوّانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس | بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت | بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش | محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ | دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم | نثارِ رُوئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند | نتابم رُو زِ ایوان محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے | کہ دارم رنگ ایمان محمدؐ
بسے سہلست از دُنیا بریدن | بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من | کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر اُستاد را نامے ندانم | کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم | کہ ہستم کُشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید | نخواہم جُز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید | کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آن خوش مرغ از مرغانِ قدسم | کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منوّر کردی از عشق | فدایت جانم اَے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ | نباشد نیز شایانِ محمدؐ
چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را | کہ ناید کس بہ میدانِ محمدؐ
اَلا اے دشمنِ نادان و بے راہ | بترس از تیغ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم | بجو در آل و اَعوانِ محمدؐ
اَلا اے منکر از شانِ محمدؐ | ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام ونشان است | بیا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ

❁❁❁

احمدی مستورات کو امہات المومنین کے نمونہ پر چلنے کی تلقین

اگر احمدی عورت اپنے گھر کا ماحول ایسا نہیں بنائے گی کہ اس ماحول میں تربیت پانے والے بچے
خدا کی آواز کو سننے کے بعد دنیا کی کسی آواز پر کان نہ دھریں تو ایسی مائیں بدی کا نمونہ قائم کرنے والی ہیں اور ان کو بھی دوہرا عذاب ملے گا
اگر وہ اپنے گھروں کے ماحول کو اس قدر حسین بنائیں گی جو بچے وہاں پرورش پائیں گے ان کے دل
خدا اور اسکے رسول کی محبت میں محو ہوں گے کہ دنیا کی طرف ان کی نگاہ بھی نہیں اُٹھے گی الٰہی وعدہ کے مطابق ایسی عورت کو دوگنا ثواب ملے گا

(حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا○ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا○ وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا○

(الاحزاب:29 تا 32)

پھر فرمایا: میرا آج کا خطبہ گزشتہ خطبہ کے تسلسل میں ہی ہے۔ پہلی مخاطب تو میری بہنیں ہیں لیکن میرے بھائیوں کیلئے بھی ان آیات کے مضمون میں بڑے سبق ہیں اور وہ سبق انہیں حاصل کرنے چاہئیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے زیادہ سے زیادہ وارث بنتے چلے جائیں۔

جن آیات کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے وہ سورۂ احزاب کی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دنیوی سامان دے دیتا ہوں اور تمہارے حقوق ادا کر کے تم کو نیک طریق سے رخصت کر دیتا ہوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور اُخروی زندگی کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے پوری طرح اسلام پر قائم رہنے والیوں کیلئے بہت بڑا انعام تیار کیا ہے۔ اے نبی کی بیویو! اگر تم میں سے کوئی اعلیٰ ایمان کے خلاف بات کرے تو اس کا عذاب دگنا کیا جائے گا اور یہ بات اللہ پر آسان ہے اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور اس فرمانبرداری کی شان کے مطابق عمل بھی کرے گی۔ تو ہم اسے انعام بھی دگنا دیں گے اور ہم نے ہر ایسی بیوی کیلئے معزز رزق تیار کیا ہوا ہے۔

سورۂ احزاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ فرمایا اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ اور آگے جا کر اسی سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو اس طرف بھی متوجہ کیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ تمام اُمت کیلئے اور ہر زمانہ کے مسلمانوں کیلئے اُسوہ حسنہ ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل ہی نہیں کر سکتے اس کی محبت اور پیار کو پا ہی نہیں سکتے جب تک کہ نبی کریم ﷺ سے پیار کر کے، آپ کو اپنے لئے بطور نیک نمونہ سمجھتے اور یقین کرتے ہوئے آپ کے نمونہ کے مطابق اپنی زندگیاں نہیں ڈھالو گے۔ جیسا کہ فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ تو نبی کریم ﷺ کو اُمت محمدیہ کیلئے اسوۂ حسنہ قرار دینے کے بعد اور آپ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں قرار دینے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ یہ بیویاں جو نبی کریم ﷺ کے گھر میں ہیں نکاح کے وقت ان کے ساتھ کوئی ایسا سمجھوتہ نہیں تھا کہ وہ اُمت محمدیہ کیلئے اُسوۂ حسنہ بنیں گی اور اس بھاری ذمہ داری کو اٹھائیں گی جیسا کہ مومنوں کی مائیں۔ بہرحال مومنوں کیلئے اُسوۂ حسنہ اور تربیت کا ایک مرکزی نقطہ (آنحضرت ﷺ کے بعد) بنتی ہیں اور کوئی کہہ سکتا تھا کہ ان کو جبراً اس مقام پر لا کھڑا کیا اور ان کو یہ حکم دیا کہ تمہیں ضرور تنگی ترشی کو اختیار کر کے اور ہر قسم کی قربانی دے کر اور اس دنیا سے منہ موڑ کر اپنے نفس پر فنا طاری کر کے اُمت کیلئے ایک اُسوہ بننا پڑے گا۔ ورنہ ہم تمہیں سزا دیں گے چونکہ مذہب میں خصوصاً مذہب اسلام میں جبر جائز نہیں ان کیلئے کوئی راہ نکالنی ضروری تھی اور اگرچہ جیسا کہ عملاً دیکھنے میں آیا ہماری یہ مائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُمہات المومنین قرار دیا ہے (سورۂ احزاب میں) اس قدر تربیت یافتہ تھیں کہ جو اختیار ان کو ان آیات میں دیا گیا۔ اسکے بعد ان کے فیصلے نے یہ بتا دیا کہ واقعی وہ اُمہات المومنین بننے کی اہل تھیں۔ لیکن بہرحال دنیا کو بھی یہ بتانا تھا کہ جبر سے کام نہیں لیا گیا بلکہ اپنی مرضی سے انہوں نے اس اہم اور مشکل ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔

ان آیتوں کو اختیار دینے کی آیات بھی کہا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب ان کو اُمہات المومنین اور اُمت محمدیہ کی مسلمان عورتوں کیلئے اسوۂ حسنہ قرار دیا تو ان کے سامنے آنحضرت ﷺ نے ان آیات کی روشنی میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور وحی آپ پر نازل ہوئیں یہ بات پیش کی جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔

ان آیات کے نزول کے بعد سب سے پہلے آپ حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اے عائشہ! میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں لیکن قبل اسکے کہ میں وہ بات تمہارے ساتھ کروں تمہیں یہ تاکید کرنا چاہتا ہوں کہ جواب دینے اور فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا اور جواب دینا بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے والدین سے بھی اس کے متعلق مشورہ کر لو اور پھر مجھے جواب دو۔

اس تمہید کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیات نازل کی ہیں اور ان کو یہ آیات پڑھ کر سنا دیں اور مشورہ دیا کہ تم والدین سے مشورہ کر کے اور خوب سوچ سمجھ کر مجھے بتاؤ کہ تمہیں حیات دنیا اور اس کی زینت چاہئے یا تمہیں خدا اور اس کا رسول چاہئے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے امہات المومنین بڑی تربیت یافتہ تھیں انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس معاملہ میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی؟ مجھے خدا اور اس کا رسول چاہئے دنیا اور اس کی زینت نہیں چاہئے۔ اسکے بعد آپ اپنی دوسری بیویوں کے پاس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہمیں خدا اور اس کا رسول چاہئے دنیا اور اس کی زینت نہیں چاہئے۔ مؤرخین اور مفسرین کہتے ہیں کہ اس وقت نبی کریم ﷺ کی نو بیویاں زندہ موجود تھیں جن کو یہ اختیار دیا گیا تھا جن میں سے پانچ تو قریش مکہ کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور چار مختلف قبائل اور مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والی تھیں اور ساری کی ساری ایسی تھیں کہ جو اس قدر تربیت یافتہ تھیں کہ ایک سیکنڈ کیلئے انہیں سوچنا نہیں پڑا فیصلہ ان کے دماغوں میں گویا پہلے ہی حاضر تھا۔ انہوں نے کہا سوچنا کیسا؟ اور مشورہ لینا کیسا؟ ہمیں خدا اور اس کا رسول محبوب اور پیارے ہیں ہم اس ذمہ داری کو نباہنے کیلئے تیار ہیں کہ اُمت محمدیہ کیلئے ہم بطور اسوۂ حسنہ اپنی زندگیاں گزاریں تو جس چیز کا ان کو ان آیات میں اختیار دیا گیا تھا وہ یہ نہیں تھا کہ چاہو تو طلاق لے لو چاہو تم بیویاں بن کے رہو۔ میرے نزدیک اس اختیار کے یہ معنی بھی نہیں تھے کہ چاہو تو تم دنیا لے لو اور چاہو تو خدا کے راستہ میں فقر کو اختیار کرو بلکہ ان کو اختیار اس بات کا دیا گیا تھا کہ چاہو تو ان ذمہ داریوں کو اپنے کندھوں پر قبول کرو جو اُمت مسلمہ کیلئے اور اُمت مسلمہ کی مستورات کیلئے اسوۂ حسنہ بننے پر تمہارے کندھوں پر پڑنے والی ہیں اور چاہو تو ایک عام مسلمان عورت کی طرح اپنی زندگیوں کو گزارو اور ساتھ ہی یہ بھی

کہا گیا تھا کہ یہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے یہ عہد کرنے کے بعد وعدہ خلافی کی اور نقض عہد کے فاحشہ مبینہ میں تم پڑ گئیں اور مبتلا ہو گئیں اور اپنے وعدے کو نہ نباہا تو پھر دوسری عورتوں کو ان معاصی پر جس قسم کی سزا مل سکتی ہے اس سے دو چند سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی اور اگر تم نے اس عہد کو نباہا تو تمہارا اجر بھی دوسری عورتوں سے دگنا ہوگا۔

یہ جو ''اجر'' ہے یہ حدود کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا ضعفین کا اور مرتین کا تعلق حدود کے ساتھ نہیں اور نہ آپس کے جو حقوق ہیں ان کے ساتھ یہ تعلق رکھتا ہے یعنے یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر تم واقعہ میں اُسوۂ حسنہ بن گئیں تو اگر تم نے کسی سے پانچ روپے لینے ہوں گے تو تمہیں دس روپے دلوائے جائیں گے اسی طرح اگر بفرض محال تمہارا کوئی گناہ ہوگا جس پر حد لگ سکتی ہو تو یہ مطلب نہیں کہ حد دگنی کر دی جائے گی حدود ایک مخصوص اور محدود دائرہ کے اندر چکر لگاتی ہیں اور جو ثواب ہے وہ بڑے وسیع معنی رکھتا اور اس کا تعلق اس دنیا کی جنت سے بھی ہے اور اُخروی جنت سے بھی ہے اور اس کے مقابل میں جو سزا ہے اس کا تعلق بھی اس دنیا کے جہنم اور اگلے جہان کے جہنم سے ہے۔

تو یہاں یہ فرمایا کہ ہم تمہیں اس موقع پر کہ تمہیں امہات المومنین قرار دیا گیا ہے اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام اُمت کیلئے اور ہر زمانہ کیلئے بطور اُسوۂ حسنہ کے ہیں اور آپ کی پیروی کرنے اور آپ کی اتباع کرنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا نے اب صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہی نہیں دیکھنا بلکہ اے ازواج مطہرات! دنیا کی عورتوں نے تمہاری طرف دیکھنا ہے اور تمہاری اُنہوں نے نقل کرنی ہے اگر تم نے صحیح نمونہ پیش کیا تو نیکی کے ایک تسلسل کو تم جاری کرنے والی ہوگی اگر تم نے برا نمونہ پیش کیا تو بدی کے ایک تسلسل کو تم جاری کرنے والی ہوگی۔ تو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جو شخص نیکی کی بنیاد ڈالتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ نیکی کرنے لگ جاتے ہیں تو اس کو اپنی نیکی کی بھی جزاء ملے گی اور جن لوگوں نے اسکے کہنے کے مطابق یا اس کی نقل کرتے ہوئے نیکیاں کی ہیں ان کے ثواب میں بھی وہ حصہ دار ہوگا۔ پس یہ ہے مرتین والی جزاء اور جو شخص بدی کی بنیاد ڈالتا ہے اور بدی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور بدوں کا سردار بنتا ہے تو اس کو اپنے کئے کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے نتیجہ میں بھی اس کو ایک سزا دی جائے گی اور یہ ہے (عَذَاب ضِعۡفَیۡنِ) دگنا عذاب جو ایسے لوگوں کو ملتا ہے۔

اگلی دو آیات میں وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اختیار دیا کیوں گیا تھا؟ فرمایا کہ چونکہ ہم نے ان کو اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا کہ وہ اُسوہ بنیں اور ایک نیک نمونہ قائم کریں اور جس شخص کو اس مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے اور جس کے اعمال کے متعلق یہ امید رکھی جاتی ہے کہ بعد میں آنے والے اس کی نقل کریں ان کو اجر بھی دگنا دیا جاتا ہے اور ان کے اوپر ذمہ داری کے نتیجہ میں عذاب بھی دو چند نازل ہوتا ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے دوسری آیات میں کئی جگہ کی ہے مثلاً ایک جگہ آتا ہے۔ رَبَّنَاۤ اٰتِہِمۡ ضِعۡفَیۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ اور اس آیت کے شروع میں وجہ بتائی ہے۔ رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا (الاحزاب:68) ہم نے اپنے بڑوں کی ان کے کہنے کے مطابق نقل کی۔ انہوں نے کہا ہم تمہارے لئے بطور نمونہ کے ہیں تم ہمارے پیچھے آؤ ہم تمہارے ذمہ دار ہیں۔ (کہنے والے تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جنت میں جانے کیلئے ایک سرٹیفکیٹ دے دیں گے تمہیں کوئی فرشتہ نہیں روکے گا وہاں تک پہنچ جاؤ گے۔ ہم ذمہ داری لیتے ہیں تم یہ کام کرو تمہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا اور کروا رہے ہوتے ہیں ان سے گناہ کی بات) تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن کہیں گے کہ اے خدا! اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَنَا ہم نے اپنے بڑوں اور سرداروں کی، لیڈروں کی اور قائدوں کی اتباع میں اور بڑے بڑے مجتہدین اور علماء کہلانے والوں کے کہنے کے مطابق یہ اعمال کئے تھے آج ہمیں پتہ لگ رہا ہے کہ یہ اعمال تو تیری نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے ان کو دگنا عذاب دے اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَہُمۡ وَ اَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِہِمۡ (العنکبوت:14) کہ ایسے لوگوں کے متعلق ہی جن کو اللہ تعالیٰ نمونہ بناتا ہے اور وہ نیک نمونہ پیش نہیں کرتے۔ بدی کی راہیں اپنے متعلقین پر کھولتے ہیں اور خدا کی طرف بلانے کی بجائے شیطان کی طرف ان کو بلاتے ہیں اور ان کو صراط مستقیم پر قائم کرنے کی بجائے راہِ ضلالت کی طرف لے جاتے ہیں اور ان پگڈنڈیوں کی نشان دہی کرتے ہیں جو شیطان کی طرف جانے والی ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے بوجھ بھی اُٹھائیں گے اور یقیناً وہ ان لوگوں کے بوجھ بھی اُٹھائیں گے جن کو انہوں نے گمراہ کیا جو گمراہ ہوئے ان کو تو بہر حال سزا ملے گی یہ نہیں کہ ان کی سزا معاف ہو جائے گی لیکن ان آئمۃ الکفر کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا اسی طرح جو نیک نمونہ بنتا ہے اس شخص کی وجہ سے یا ان اشخاص کی وجہ سے یا اس گروہ اور جماعت کی وجہ سے جو نیکیاں قائم ہوتی ہیں اور بہت سے ان کی نقل کر کے خدا تعالیٰ کی قرب کی راہوں پر چلنے لگتے ہیں تو وہ شخص یا اشخاص جو بطور نمونہ کے دنیا میں زندگی گزارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دہرے وارث ہوتے ہیں اور ان کو ان کا اجر (مرتین) دو دفعہ ملتا ہے ایک اپنے اعمال صالحہ کے نتیجہ میں ایک اس وجہ سے کہ وہ نمونہ بنے اُسوہ ٹھہرے اور بہتوں کی ہدایت کا موجب بنے۔

تو یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ اور وَمَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِہَاۤ اَجۡرَہَا مَرَّتَیۡنِ میں وجہ بتائی گئی ہے کہ ہم نے ان اُمَّہَاتُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کو یہ اختیار کیوں دیا!!! اس لئے دیا کہ ہم نے ان کو نمونہ بنایا تھا اور دنیا کو ہم بتانا چاہتے تھے کہ یہ اس مقام کے اوپر قائم اور فائز جو کی گئی ہیں یہ اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جبر کر کے انہیں اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ ان کی تربیت اس رنگ میں ہوئی ہے کہ واقعہ میں یہ اُمہات المومنین بننے کے قابل ہو گئی ہیں۔ اسکے ہم یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ آؤ دیکھو! ہم اپنے نبی کو کہتے ہیں کہ ان ازواج کو جا کے یہ کہو کہ اگر چاہتی ہو حیات دنیا اور اس کی زینت کو تو سَرَاحًا جَمِیۡلًا بغیر کسی ناراضگی کے، (نہ رسول کی ناراضگی اور نہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی) میں تمہیں تمہارے دنیوی حقوق ادا کر دیتا ہوں، عام مومنات کی عام مسلمات کی صف میں جا کے کھڑی ہو جاؤ (یا اگر چاہو تو اسلام کو بھی چھوڑ دو کوئی جبر تو نہیں ہے) اور اگر چاہو تو اپنی مرضی اور رضا سے اس نہایت ہی اہم ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر لو اور ساری اُمت کیلئے اُسوۂ

شانِ احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

زندگی بخش جامِ احمد ہے
کیا پیارا یہ نامِ احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے
باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمد ہے
ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو
اُس سے بہتر غُلامِ احمد ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا
وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کر سکتا

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دُعا: سید ادریس احمد و افراد خاندان (جماعت احمدیہ تریپور، تامل ناڈو)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

دعا کیلئے جب درد سے دل بھر جاتا ہے اور سارے حجابوں کو توڑ دیتا ہے اس وقت سمجھنا چاہئے کہ دعا قبول ہوگئی یہ اسم اعظم ہے

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 100)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیماپوری سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین (جماعت احمدیہ گلبرگہ، کرناٹک)

حسنہ بننے کیلئے تیار ہو جاؤ اس وعید کے ساتھ کہ اگر تم سے کوئی غفلت اور سستی سرزد ہوئی اور کہیں تم نے غلطی کی اور اسکے نتیجہ میں دوسرے گمراہ ہوئے تو اس گناہ کی سزا دو چند ہوگی۔

اور جب ان کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ یہ راہ تنگ ہے مگر یہی راہ ہمیں پیاری ہے ہم اسے چھوڑ کے ادھر ادھر ہونا نہیں چاہتیں ہمیں خدا کی رضا اور رسول کا پیار چاہئے ہمیں دنیا کی زندگی اور اس کی زینت نہیں چاہئے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اُمت مسلمہ کیلئے اُسوہ بنانا چاہتا ہے تو خدا کے فضل اور نبی اکرم ﷺ کی تربیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ دنیا کو یہ بھی دکھائے گا کہ ہم دنیا کیلئے اور اُمت محمدیہ کیلئے اُسوہ بن جائیں گی۔

پھر ان کی زندگی کو دیکھو ان میں سے ہر ایک نے اپنے اموال کو اور دنیوی سامانوں کو اور اپنے اوقات کو اور اپنے جذبات کو خدا اور اسکے رسول کیلئے خرچ کیا۔ کبھی ان کے قدم میں لغزش نہیں آئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوحات کے نتیجہ میں بڑے اموال آنے شروع ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے بڑے وظائف اُمہات المومنین کے مقرر کئے۔ پس یہاں یہ مراد نہیں کہ دنیا کے اموال لینے نہیں مراد یہ ہے کہ دنیا کے اموال دنیا کے آرام اور دنیا کی زینت پر خرچ نہیں کرنے بلکہ خدا اور اس کے رسول کی راہ میں خرچ کرنے ہیں اگر یہ مفہوم نہ لیا جائے تو پھر تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ آپ نے غلطی کی کہ سب سے بڑے وظائف اُمہات المومنین کیلئے مقرر کر دیئے۔ بعد میں تو یہ وظائف بہت بڑھ گئے تھے لیکن شروع میں بھی دس ہزار درہم ایک ایک بیوی کو ملتا تھا ان کے اپنے رشتہ دار لاکھ لاکھ روپیہ تک ایک وقت میں لا کر ان کو دے دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیسیوں سینکڑوں غلام خرید کر ایک وقت میں آزاد کر دیا کرتی تھیں۔ ایک دن جب ان کو ایک لاکھ روپیہ ملا تو بڑی خوش ہوئیں کہ مجھے دوہرا بلکہ چوگنا ثواب ملے گا دوہرے اجر کا انہیں وعدہ تھا وہ نمونہ اور اُسوہ بھی انہوں نے دکھایا پھر یہ سوچ کر بھی خوش ہوئیں کہ ایک تو میں لاکھ روپیہ تقسیم کروں گی دوسرے سارا دن میرا اس تقسیم میں گزرے گا یہ بھی ایک ثواب ہے سارا دن ذرہ بھی آرام نہیں کیا صبح سے جو بیٹھیں تقسیم کرنے کیلئے شام کر دی سارے دن کا ایک ایک منٹ اور اس مال کا ایک ایک روپیہ غرباء میں تقسیم کر دیا یہی حال تمام ازواجِ مطہرات کا تھا۔

پس دنیا کو اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ ہم ان پر جبر نہیں کر رہے دنیا کو اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو جو ایک حسین اُسوہ بنایا گیا ہے اس کا اثر سب سے پہلے خود آپ کے گھر میں رہنے والوں پر ہے اور ایک شدید محبت نیکی کے ان کاموں سے پیدا ہوگئی ہے آپ کی ازواج مطہرات کے دلوں میں کہ دنیا کا کوئی لالچ، یا دنیا کا کوئی طمع یا دنیا کا کوئی آرام یا دنیا کی کوئی آسائش اس صحبت کو ٹھنڈا نہیں کر سکتی۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب دنیا کی رغبت اور دنیا سے محبت کے نتیجہ میں ازواج مطہرات کا جسمانی اور مادی تعلق نبی کریم ﷺ سے قطع ہو سکتا ہے تو دنیا کی اس رغبت اور محبت کے نتیجہ میں اُمت محمدیہ کا تعلق بھی نبی کریم ﷺ سے قطع ہو جائے گا یعنی اگر وہ حیات دنیا اور زینت دنیا کو ترجیح دیں گے خدا اور اس کے رسول پر اور اپنے اوقات کو اور اپنی ملکیتوں کو اپنے ذاتی آسائش اور آرام پر خرچ کریں گے اور اس نظام کی مضبوطی اور استحکام کیلئے خرچ نہیں کریں گے جو اسلام نے قائم کیا ہے تو ان کا تعلق بھی نبی کریم ﷺ سے یقیناً قطع ہو جائے گا وہ لکھتے ہیں......تو مردوں کو بھی جیسا کہ میں نے شروع میں اشارہ کیا تھا ان آیات سے سبق لینا چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کا قرب ہرگز ہرگز حاصل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ روحانی طور پر اس اختیار کے ملنے کے بعد جو ان آیات میں دیا گیا ہے آپ کی طرف منسوب ہونے والی حیات دنیا اور اس کی زینت پر خدا اور اس کے رسول کی رضا اور اس کی محبت کو مقدم نہ رکھیں۔ اگر وہ حیات دنیا اور اس کی زینت میں محو ہو گئے اس میں رغبت انہوں نے کی اور اس سے محبت کی اور اپنے تمام دل اور تمام توجہ اور تمام محبت کے ساتھ وہ دنیا ہی کے ہو گئے اگر انہوں نے اپنے اموال کو، اگر انہوں نے دُنیوی سامانوں کو، اگر انہوں نے اس دُنیوی زندگی کے اوقات کو، اگر انہوں نے دُنیوی محبتوں کو، اگر انہوں نے دُنیوی تعلقات کو خدا اور اسکے رسولؐ پر قربان نہ کیا تو وہ یقیناً خدا اور اسکے رسول کی محبت اور قرب اور صحبت کو حاصل نہیں کر سکیں گے۔ ان آیات میں جہاں یہ بیان ہوا ہے کہ ازواج مطہرات ایک ایسے مقام پر ہیں کہ دنیا نے ان کی نقل کرنی ہے اگر وہ نیک نمونہ پیش نہیں کریں گی تو ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا اگر وہ نیک نمونہ پیش کریں گی تو ان کو مرتین جزا دی جائے گی۔

وہاں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ دوسری عورتیں جن کا تعلق اُمت محمدیہ سے ہے اگر وہ حیات دنیا اور اس کی زینت پر دین کو قربان کر دیں گی اور خدا کی رضا کے حصول کی طرف متوجہ نہیں ہوں گی بلکہ دنیا کے عیش اور اسکے آرام میں پڑ جائیں گی تو ان کو

محمد ﷺ پر ہماری جاں فدا ہے

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنُما ہے

مِرا دِل اُس نے روشن کردیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

خبر لے اے مسیحا دردِ دل کی
ترے بیمار کا دم گھُٹ رہا ہے

مِرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمد
مِرے دل کا یہی اِک مُدّعا ہے

اُسی کے عشق میں نکلے مِری جاں
کہ یاد یار میں بھی اِک مزا ہے

محمدؐ جو ہمارا پیشوا ہے
محمدؐ جوکہ محبوبِ خدا ہے

ہو اُس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے

اُسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں
وہی اک راہِ دیں کا رہنما ہے

مُجھے اِس بات پر ہے فخر محمودؔ
مِرا معشوق محبوبِ خدا ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نماز اصل میں دعا ہے، نماز کا ایک ایک لفظ جو بولتا ہے
وہ نشانہ دعا کا ہوتا ہے، اگر نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کیلئے تیار رہے۔
(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 54)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم (جماعت احمدیہ ارول، بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ
تم تمام دنیا کیلئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔
(مجموعہ اشتہارات، جلد 3، صفحہ 48)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

بھی سزا دی جائے گی گو وہ سزا مَرَّةً ہو گی لیکن سزا ان کو ضرور دی جائے گی ان کو چھوڑا نہیں جائے گا پھر ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مسلمان عورت اپنے گھر کا ماحول ایسا نہیں بنائے گی کہ اس ماحول میں تربیت پانے والے بچے خدا کی آواز کو سننے کے بعد دنیا کی کسی آواز پر کان نہ دھریں اور دنیا کی طرف پیٹھ پھیر کر اپنے پورے زور کے ساتھ اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ اس طرف دوڑنے نہ لگ جائیں جس طرف سے کہ خدا کی آواز آرہی ہو تو ایسی مائیں بدی کا نمونہ قائم کرنے والی ہیں اور ان کو بھی دوہرا عذاب ملے گا اور اس طرح اگر وہ اپنے گھروں کے ماحول کو اس قدر حسین بنائیں گی اسلام کی روشنی اور قرآن کریم کے نور کے ذریعہ کہ جو بچے وہاں پرورش پائیں گے ان کے دل کچھ اس طرح خدا اور اس کے رسول کی محبت میں محو ہوں گے کہ دنیا کی طرف ان کی نگاہ بھی نہیں اُٹھے گی تو الٰہی وعدہ کے مطابق ایسی مسلمان عورت کو دوگنا ثواب ملے گا۔

تو جیسا کہ میں نے گذشتہ جمعہ میں مختصراً بیان کیا تھا کہ ایک اہم مضمون کی طرف اللہ تعالیٰ نے میری توجہ کو پھیرا ہے بطور تمہید کے میں نے یہ دو خطبے دیئے ہیں اور ان خطبوں میں میں نے کوشش کی ہے کہ میں اپنی بہنوں پر اس بات کی اچھی طرح وضاحت کر دوں کہ بڑی اہم ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر عائد ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ اگر نبی اُمت میں زندہ موجود ہو یا اس کے خلفاء کے ذریعہ اگر نبی کے وصال کے بعد قدرت ثانیہ کا دور شروع ہو چکا ہو، جب کسی ذمہ داری یا ذمہ داریوں کی طرف جماعت کے مردوں اور ان کی عورتوں کو متوجہ کرے تو ان کیلئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ خدا کی رضا کے حصول کیلئے اس کے رسول یا اس کے خلیفہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایسی قربانیاں دنیا کے سامنے پیش کریں جو بے نظیر ہوں اور دنیا کو حیرت میں ڈالنے والی ہوں اور دنیا یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ عام عورتیں تو اور بھی بستی ہیں اس دنیا میں مگر ان کا ان کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں وہ تو ایسی عورتیں ہیں احمدی مستورات اور احمدی بہنوں کے سوا کہ جو حیات دنیا میں کھوئی گئی ہیں اور زینت دنیا کو ہی انہوں نے سب کچھ سمجھ لیا ہے اور یہاں وہ ہیں کہ جو خدا اور اسکے رسول کے مقابلہ میں دنیا کے آرام اور دنیا کی آسائشیں اور دنیا کے فاخرانہ لباس اور دنیا کے قیمتی زیورات اور دنیا کے چمکتے ہوئے ہیرے اور جواہرات کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں بلکہ خدا اور اسکے رسول کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسکے نام کو بلند کرنے کیلئے اور اسکی عظمت اور جلال کو قائم کرنے کیلئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت دلوں میں گاڑنے کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہو جاتی ہیں۔ خصوصاً تربیت اولاد کی جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں ان کو وہ محبت اور اخلاص کے ساتھ اور پوری توجہ کے ساتھ نباہتی ہیں وہ اس یقین پر قائم کی گئی ہیں کہ اگر ہم نے کوئی بد نمونہ اس دنیا میں چھوڑا تو خدا تعالیٰ جس نے امہات المومنین کو بھی یہ کہا تھا کہ اگر نقض عہد کرو گی تو دگنی سزا دوں گا وہ ہمیں کب چھوڑے گا وہ ہماری غلطی کے نتیجہ میں یقیناً ہم پر ایک کے بعد دوسرا قہر نازل کرے گا اور اس قہر کی ہمیں برداشت نہیں ہے اس قہر سے ہم ترساں ولرزاں ہیں اس قہر سے بچنے کیلئے اور اس کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کیلئے ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہیں ہم اپنے بچوں کی اور اپنی بچیوں کی اس رنگ میں تربیت کریں گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سپاہی بنکر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کی جو مہم جاری ہے اس مہم کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے والے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو بھی اور ہماری بہنوں کو بھی یہ توفیق عطا کرے کہ ہم سب ان ذمہ داریوں کو پوری توجہ اور بشاشت کے ساتھ نباہنے والے ہوں جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے آج ہمارے کندھوں پر ڈالی ہیں۔ (آمین)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 مارچ 1967، خطبات ناصر جلد اوّل صفحہ 597)

......☆......☆......☆......

اَے شاہِ مکی ومَدَ نی، سیّدالوریٰ

(بزبان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

منظوم کلام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اَے شاہِ مکّی ومَدَنی، سیّد الوَریٰ
تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا

تیرا غلام دَر ہوں، ترا ہی اسیرِ عشق
تو میرا بھی حبیب ہے، محبوبِ کبریاؐ

تیرے جلَو میں ہی مِرا اٹھتا ہے ہر قدم
چلتا ہوں خاکِ پا کو تِری چُومتا ہُوا

تو میرے دل کا نور ہے، اَے جانِ آرزو
روشن تجھی سے آنکھ ہے، اَے نیّرِ ہدیٰؐ

ہیں جان وجسم، سو تری گلیوں پہ ہیں نثار
اولاد ہے، سو وہ تِرے قدموں پہ ہے فِدا

تو وہ کہ میرے دِل سے جگر تک اتر گیا
مَیں وہ کہ میرا کوئی نہیں ہے تِرے سِوا

اے میرے والے مصطفیٰ، اے سیّد الوَریٰؐ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جُدا جُدا

ربّ جلیل کی ترا دِل جلوہ گاہ ہے
سِینہ ترا جمالِ الٰہی کا مُستَقر

قِبلہ بھی تُو ہے، قِبلہ نُما بھی تِرا وجُود
شانِ خُدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر

نور و بشر کا فرق مِٹاتی ہے تیری ذات
''بعد از خدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر''

تیرے حضور تہ ہے مِرا زانُوئے ادب
میں جانتا نہیں ہوں کوئی پیشوا دِگر

تیرے وُجُود کی ہوں مَیں وہ شاخِ باثمر
جس پر ہر آن رکھتا ہے ربُّ الوَریٰ نظر

ہر لحظہ میرے درپئے آزار ہیں وہ لوگ
جو تجھ سے میرے قُرب کی رکھتے نہیں خبر

مُجھ سے عِناد و بُغض وعداوَت ہے اُن کا دِیں
اُن سے مجھے کلام نہیں لیکن اِس قدر

اَے وہ کہ مُجھ سے رکھتا ہے پَرخاش کا خیال
''اَے آں کہ سُوئے من بِدَوِیدی بَصد تبَر

از باغباں بِتَرس کہ من شاخِ مثمرم
بَعد از خدا بَعشقِ محمدؐ مُخمّرم
گر کفر اِیں بوَد بخدا سخت کافِرم''

آزاد تیرا فیض زمانے کی قید سے
برسے ہے شرق وغرب پہ یکساں ترا کرم

تُو مشرقی نہ مغرِبی اے نورِ شَش جِہات
تیرا وطن عرب ہے، نہ تیرا وطن عجم

تُو نے مجھے خرید لیا اِک نگہ کے ساتھ
اب تو ہی تو ہے تیرے سِوا میں ہوں کالعدَم

ہر لحظہ بڑھ رہا ہے مِرا تجھ سے پیار دیکھ
سانسوں میں بس رہا ہے تِرا عشق دَم بدَم

میری ہر ایک راہ تری سَمت ہے رواں
تیرے سوا کسی طرف اٹھتا نہیں قدَم

اَے کاش مُجھ میں قوّت پرواز ہو تو مَیں
اُڑتا ہوا بڑھوں، تری جانب سُوئے حرَم

تیرا ہی فیض ہے کوئی میری عطا نہیں
''ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دِہم

یک قطرۂ زِ بحر کمالِ محمدؐ است
جان و دِلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکَم نثارِ کُوچۂ آلِ محمدؐ است''

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنے اندر اعتماد پیدا کریں اور اعتماد میں بڑھتے چلے جائیں اور اسلام کی تعلیم کو بڑے اعتماد کے ساتھ پھیلاتے چلے جائیں

(خطاب برموقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اسلامی تعلیم کی روشنی میں دنیا کو آپ نے اپنے پیچھے چلانا ہے نہ کہ دنیا کے پیچھے چلنا ہے

(خطاب برموقع تقریب تقسیم اسناد جامعہ احمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، اڈیشہ)

سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان قوتِ قدسیہ

(حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

آج سے چار ہزار برس پہلے کا یہ واقعہ ہے کہ عرب کے ایک لق ودق صحرا میں خانہ کعبہ کی دیواریں از سرنو بلند کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے ربّ سے کچھ دعائیں کیں۔ کیا ہی عجیب اور پاکیزہ ماحول تھا جبکہ باپ معمار اور معصوم بچہ مزدور بنے ہوئے اپنے ربّ کی محبت میں سرتا پا سرشار ایک ایک اینٹ عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ رکھ رہے تھے۔ اس وقت انہوں نے اَور دعاؤں کے علاوہ اپنے ربّ سے ایک ایسی مراد بھی مانگی جو مراد اس سے پہلے کسی انسان نے انسان کیلئے نہ مانگی تھی۔ انہوں نے اپنے ربّ کے حضور یہ التجا کی:

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ (البقرہ:130)

وہ وقت گزر گیا اور نہ تو حضرت ابراہیمؑ زندہ رہے نہ حضرت اسماعیلؑ بلکہ ان کی کتنی ہی نسلیں یکے بعد دیگرے اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ دنیا والے توحید اور خدا پرستی کے ان اسباق کو یکسر بھلا بیٹھے جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی پاک نسلوں نے ایک دوسرے کے بعد دنیا کو دیئے تھے۔ دیوار کعبہ کے پاس کی ہوئی وہ مقدس دعائیں کسی کو یاد نہ رہیں جن میں خدا تعالیٰ سے ایک عظیم الشان رسول کی بعثت کی التجا کی گئی تھی مگر خدائے حیی وقیوم جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا نہ تو اپنے بندے ابراہیمؑ ہی کو بھولا تھا نہ ان پاکیزہ آنسوؤں میں بھیگی ہوئی دعاؤں کو۔ پس اس وقت جبکہ شرک نے دنیا پر خوب خوب اپنا تسلط جما لیا حتیٰ کہ توحید کے مرکز خدا کے پہلے گھر پر بھی بتوں نے پنجے گاڑ دیئے اور خدائے واحد کی بجائے ہبل اور لات ومنات کی پرستش ہونے لگی، عین ظلم کی اس انتہاء کے وقت جب فساد خشکی پر بھی پھیل گیا اور تری پر بھی اور دنیا رشد وہدایت سے یکسر خالی ہوگئی، سرزمین عرب نے ایک عجیب ترماجرہ دیکھا اور عرب کے زمین وآسمان اس بات پر گواہ ٹھہرے کہ دعائے ابراہیمؑ کا ایک ایک لفظ مقبول ہوا تھا۔ ابراہیمؑ کی دعاؤں کا ثمرہ آیا اور غار حرا سے توحید کا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ نور کی کرنیں بکھیرتا ہوا طلوع ہوا۔ وہ آسمان ہدایت کا بادشاہ آیا، وہ دنیائے رشد کا مزکی پیدا ہوا، وہ نبی آیا جس کی طرف بائبل نے اس کی عظمت وجلال کی وجہ سے ’’وہ نبی‘‘ کہہ کر اشارہ کیا، قدوسیوں کا وہ شہنشاہ جلوہ افروز ہوا جس کی محبت کے گیت داؤدؑ نے اپنی زبور میں گائے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا!!
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
فقیروں کا ملجیٰ اسیروں کا ماویٰ
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
پڑا ہر طرف غل وہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا خوف ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی

(مسدس حالی، صفحہ 15)

آج میں اسی مقدس وجود کے ذکر کیلئے کھڑا ہوا ہوں جس کی قوت قدسیہ نے دنیا کو عجیب اور بےمثل کام دکھائے اور زمان ومکان کے فاصلے اس کی پاک کردینے والی قوت کے سامنے بےحقیقت ہوکر رہ گئے۔ کچھ ایسے رنگ میں اس نے خدائے حمید وقدوس کی تحمید وتقدیس کی کہ فرشتوں کی تحمید وتقدیس اس کے سامنے ماند اور پھیکی پڑ گئی اور وہ سرنگوں اپنی لاعلمی کا اقرار کرنے لگے۔ کچھ اس شان اور عجیب قوت کے ساتھ بنی نوع انسان کو آلائشوں سے پاک کیا کہ ہزاروں لاکھوں نفس کے بندوں کو ربّ العزت کے بندے بنایا، قدوسیوں کی صف میں لاکر کھڑا کیا وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا۔ اس کی قوت قدسیہ نے مادر زاد اندھوں کو شفا بخشی اور اچانک دنیا نے یہ دیکھا کہ وہ دیکھنے لگے ہیں۔ پیدائشی بہروں اور گونگوں کو قوت سماعت وگویائی عطا کی اور معاًوہ سننے اور بولنے لگے۔ لولوں اور لنگڑوں کو اس کے دست شفا نے اچھا کردیا اور تیز رَو توانا قدموں کے ساتھ وہ روحانی بلندیوں کی طرف دوڑنے لگے۔ صدیوں کے بیمار ہزار آزار لئے ہوئے اس کے پاس آئے اور دیکھو دیکھو کہ اس کی ایک جاں بخش نظر سے اچھے ہوگئے وہ جس کی دست نورانی کی پرَتو سے کتنے ہی نحیف ہاتھ طاقت، شوکت اور توانائی اور نور سے بھر گئے اور ید بیضا کی طرح چمکنے لگے۔ وہ جس کے غلامان در کے ہاتھوں کے عصا کفر وباطل کیلئے عصائے موسیٰ سے بڑھ کر ثابت ہوئے۔

وہی ہمارا آقا جس کی حیات آفریں سانسوں نے صدیوں کے مردوں کو زندہ کیا اور جس کی مٹھی نے عرب کی ویران اور بے روح خاک کو ہاتھوں میں لیا تو ابوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ پیدا ہوئے۔ ہاں وہی ہمارا آقا دل وجان سے پیارا وہی محبوبوں میں محبوب محمدؐ جس کے سانسوں کی مہک نے لاکھوں مردوں کو زندہ کردیا اور کتنے ہی زندوں کو مسیحا بنادیا۔

آج زمانہ شاہد اور چاند سورج گواہ ہیں اور آپ اور مَیں اور سب روئے زمین پر بسنے والے غلامان غلام احمد شہادت دیتے ہیں کہ یہ اسی رسول عربی کی قوت قدسیہ تھی جو شعاع نور بن کر تیرہ صدیوں کا سینہ چیرتی ہوئی گزری اور ایک عاشق غلام کے دل پر نازل ہوئی۔ اس نور نے اس سینے کو بھر دیا اور زمین وآسمان حیرت سے یہ معجزہ دیکھنے لگے کہ پنجاب کی مٹی سے اس زمانے کا مسیح پیدا ہوا۔ وہی ہمارا آقا ہمارے دل وجان سے زیادہ پیارا آقا جس کا جمال جمالِ خداوندی کے بعد اپنی ہر شان میں بے مثال تھا۔ وہ جس کے عکسِ رُخ کی تاثیر سے چہروں کے نقوش جلد جلد اپنی ہیئت بدلنے لگتے تھے اور دیکھتے دیکھتے جمال کے قالب میں ڈھل جاتے تھے۔ وہ حسینانِ عالم کو شرمندہ کرنے والے حسن جس کے مقابل پر حسن یوسف کی شمع بےنور دکھائی دینے لگی اور جس کے پرتو نے ہزاروں چہروں کو حسن یوسف عطا کیا۔ دنیا ومافیہا اس پر نثار، جان ودل اس پر فدا ہوں اس کے تو ذکر سے روح اعتزاز کرتی ہے اور جان فدا ہونے کو بےقابو ہوئی جاتی ہے۔ اے میرے آقا! سن کہ بےاختیار دل کی پنہائیاں تجھے پکارتی ہیں کہ

يَا عَيۡنَ فَيۡضِ اللّٰهِ وَالۡعِرۡفَانِ
يَسۡعٰى اِلَيۡكَ الۡخَلۡقُ كَالظَّمۡاٰنِ
يَا بَحۡرَ فَضۡلِ الۡمُنۡعِمِ الۡمَنَّانِ
تَهۡوِىۡ اِلَيۡكَ الزُّمَرُ بِالۡكِيۡزَانِ
اِنِّىۡ اَرٰى فِىۡ وَجۡهِكَ الۡمُتَهَلِّلِ
شَأۡنًا يَّفُوۡقُ شَمَائِلَ الۡاِنۡسَانِ
اَحۡيَيۡتَ أَمۡوَاتَ الۡقُرُوۡنِ بِجَلۡوَةٍ
مَاذَا يُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّانِ
اُنۡظُرۡ اِلَيَّ بِرَحۡمَةٍ وَّ تَحَنُّنٍ
يَا سَيِّدِىۡ أَنَا اَحۡقَرُ الۡغِلۡمَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 590-594)

اے اللہ تعالیٰ کے فیض وعرفان کے سرچشمے! پیاسوں کی طرح مخلوق خدا تیری طرف دوڑی چلی آرہی ہے۔ اے منعم اور منان خدا کے فضل کے سمندر! جوق درجوق ہجوم خلائق پیالے لئے تیری طرف بڑھ رہا ہے۔ مَیں آپؐ کے روشن چہرہ میں ایک ایسی عجیب شان دیکھتا ہوں جو تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے۔ تو نے صدیوں کے مُردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کردیا۔ کون ہے جو اس عجیب شان میں تیری ہمسری کا دعویٰ کرسکے؟ دیکھ میری طرف پس ایک رحمت اور شفقت کی نظر سے دیکھ! اے میرے آقا! میں تو ایک حقیر اور ادنیٰ غلام ہوں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اوّل اوّل عرب کو رشد وہدایت کی طرف بلایا تو عرب طبیعتیں سرکش گھوڑوں کی طرح سیخ پا ہونے لگیں اور انکار کیا اور تکبر اختیار کیا اور چاہا کہ اس آسمانی سوار کو گرا کر اپنے سموں تلے روند ڈالیں لیکن دیکھو! میرے شاہ سوار آقا کو دیکھو کہ اس نے اپنی عالی قوت کے زور سے ان کی گردنوں کے خم توڑ ڈالے اور ان کی چال کی سب کجیوں کو ہموار کیا یہاں تک کہ وہ اصیل گھوڑوں کی طرح اپنے مالک کے ادنیٰ اشاروں پر سر تسلیم خم کئے صراط مستقیم پر دوڑنے لگے۔

اس مرد میدان سے پہلے کبھی کسی نبی کا دائرہ اصلاح اتنا وسیع نہ ہوا تھا کہ کل عالم پر محیط کردیا گیا ہو بلکہ وہ تو اپنی بساط کے مطابق چھوٹی چھوٹی قوموں یا قبیلوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے کسی کے سپرد بنی اسرائیل کی بھیڑوں

کی گلہ بانی کی گئی تو کوئی ملک ہند کی گائیوں کی رکھوالی کیلئے آیا۔ کوئی چین کا نبی بنا تو کسی کو ملک فارس کا رسول بنایا گیا لیکن ہمارا آقا کل دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث ہوا۔ ہاں ایک ایسی دنیا کی اصلاح کیلئے جس کی تری بھی فساد میں ڈوبی ہوئی تھی اور خشکی بھی۔

آپؐ سے پہلے انبیاء تو بعض مخصوص برائیوں کو مٹانے کیلئے آئے تھے کسی کا جہاد شرک کے خلاف تھا تو کوئی سنگدلی اور ظاہر پرستی کے خلاف رشد کی تلوار اٹھانے والا تھا۔ کوئی کم تولنے والوں اور مال میں خیانت کرنے والوں کے ناپ تول درست کرنے کیلئے آیا تو کسی کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ وہ عفت اور پاکیزگی کے قیام کیلئے کوشاں ہو۔ ہمارے آقا کے سپرد مگر یہ سب کام تھے۔ وہ ایک ایسی دنیا کی طرف مبعوث ہوا جو سرتا پا برائیوں اور گناہوں میں ملوث دنیا تھی اور کوئی ایک بدی بھی ایسی نہ تھی جو اس میں نہ پائی جاتی ہو۔ 23 سال کی قلیل مدت حضور ﷺ کو دی گئی کہ ان سب مخالف قوتوں پر غالب آ کر تمام بدیوں کا خاتمہ کر دیں۔ بدی کے بدلے میں نیکی، ہر قبح کے بدلے میں ایک حسن ان وحشیوں کو عطا کریں پھر کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اعلان حق کے ساتھ ہی آپؐ کے ہاتھوں وہ تبدیل شدہ روحانی انسان پیدا ہونے شروع ہو گئے جن کی تخلیق کا کام اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپؐ کو سونپا گیا تھا۔

ہجرت حبشہ کے موقع پر حضور ﷺ کی بعثت کو ابھی چند سال ہی گزرے تھے اس وقت آپؐ کے کاموں کا جو تذکرہ حضرت جعفرؓ نے نجاشی کے دربار میں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنے تھوڑے عرصہ میں ہی آنحضور ﷺ اپنے غلاموں کے اندر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا فرما چکے تھے حضرت جعفرؓ نے فرمایا:

”اَے شہنشاہ ذی جاہ! ہم لوگ اس سے پہلے جاہلیت کے اوہام میں بُری طرح مبتلا تھے، بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا اور تعظیم عناصر ہمارا مسلک۔ ہم نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنا رکھا تھا اور ہر ایک گناہ کا ارتکاب ہم خوشی کے ساتھ کرتے تھے۔ رحم و مروت ہم میں نام کو باقی نہ رہی تھی، ہمارا ظلم و طغیان حد سے بڑھ چکا تھا۔ شراب اور قمار بازی ہمارا وطیرہ بن چکی تھی۔ پڑوسیوں کو ستانا، یتیموں کا مال کھا جانا، مسافروں کو لوٹنا ہمارا دن رات کا شیوہ تھا۔ امانت، دیانت، صدق اور صداقت سے ہم کوسوں دُور ہو چکے تھے۔ زبردست زیر دستوں پر ظلم کرنے میں نہایت دلیر تھے۔ دوسروں کا حق مارنے اور لوگوں کو تکلیف پہنچانے میں ہمیں مزہ آتا تھا۔ غرض ہم مذہبی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے نہایت ذلیل حالت میں تھے مگر خدا تعالیٰ نے ہم پر اپنا خاص فضل نازل کیا اور ہم میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمایا جس کے حسب نسب کی بزرگی سے ہم واقف تھے۔ جس کے اعلیٰ اخلاق اور جس کی امانت، دیانت اور سچائی اور دیانت کا ہم میں سے ہر شخص معترف تھا۔ اس رسول نے ہم کو خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کی تعلیم دی۔ بُت پرستی سے روکا۔ سچ بولنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، لوگوں سے رحم و مروت کے ساتھ پیش آنے، فواحش کو ترک کرنے اور عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ غرض اس نے ہمیں ہر ایک بُری بات سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور ہر ایک اچھی بات پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا۔“ (سیرۃ النبی ﷺ لابن ھشام، جلد 1، صفحہ 181)

جیسا کہ حضرت جعفرؓ کے بیان سے بھی ظاہر ہے آنحضور ﷺ کی بعثت سے پہلے عربوں کی دنیا ایک شاعروں اور شرابیوں، فاسقوں اور فاجروں کی دنیا تھی جس میں راہزن تو بہت تھے لیکن رہنما کوئی نہ تھا۔ وہاں انسان انسان کو غلام بنائے ہوئے تھا اور بظاہر آزاد کہلوانے والے آقا خود رسم و رواج کے اسیر تھے۔ وہ ظلم و ستم کی ایک اندھیر نگری تھی جہاں بغض و عناد ملتے تھے اور عفو کا کوئی وجود نہ تھا۔ قتل ناحق اس عہد کا دستور تھا اور اکل حرام کی وہاں حکمرانی تھی کمزور طاقتور کے مظالم کا تختۂ مشق تھا لیکن مظالم کا ہاتھ روکنے کی کسی میں طاقت نہ تھی۔ ان حالات میں آنحضورؐ کا ظہور ہوا جو سراج منیر بن کر اس تاریک دنیا پر چمکے۔ پھر آپؐ کی قوت قدسیہ نے یہ عجیب معجزہ دکھایا کہ 23 سال کی نہایت قلیل مدت میں بدی کی ہر تاریکی ان سے دُور تھی، ہر ظلمت کی جگہ ایک نور نے لے لی۔ شاعر جو کبھی خیال کی وادیوں میں سرگرداں رہا کرتے تھے کلام الٰہی کا وِرد کرنے لگے۔ آنحضور ﷺ کی ایک جنبش لب سے ایک ہی روز میں ہزارہا شراب کے مٹکے توڑے گئے، یہاں تک کہ مدینہ کی گلیوں میں ہر طرف شراب بہنے لگی اور کہنہ مشق شرابیوں نے شراب سے یک دفعہ منہ موڑ لیا اور مست مہ عرفان رہنے لگے۔ فاسق و فاجر عابد و زاہد بن گئے اور دیکھو یہ کیسا ہی انقلاب ہوا کہ وہ اب بھی راتوں کو اٹھتے تو تھے لیکن فسق و فجور کیلئے نہیں بلکہ اپنے رب کے حضور آہ و بکا اور گریہ وزاری کی خاطر۔ اس مزکی کے فیض سے پشتوں کے چوروں نے چوری ترک کر دی اور ایک مزدور کی تابناک زندگی کو اس پر ترجیح دینے لگے پھر اسی پر بس نہ تھی اور انفاق فی سبیل اللہ میں اپنے اموال لٹانے لگے۔ چھپ چھپ کر وہ ابتک بھی راتوں کو نکلتے تو تھے لیکن فقط اس لئے کہ ان کا انفاق دنیا کی نگاہوں سے اوجھل رہے۔ اللہ اللہ یہ کیسا انقلاب تھا کہ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (السجدہ: 17) راتوں کو ان کے پہلو اس کے عذاب کے خوف اور رحمت کی طمع میں اسے پکارتے ہوئے بستروں سے الگ ہوتے تھے اور جو کچھ وہ انہیں عطا فرماتا تھا وہ ایک جاری چشمے کی طرح اسی کی راہ میں خرچ کرتے چلے جاتے تھے۔ آپؐ نے جھوٹی عزتوں کا قلع قمع کیا اور غلام زادوں کو سرداران لشکر بنا دیا۔ پھر سرزمین عرب نے یہ عجیب دن بھی دیکھے کہ گلیوں میں گھسیٹے جانے والے غلاموں کے جھنڈے تلے سردارانِ عرب کو جان کی امان ملی اور بلال حبشیؓ کے کانوں نے عمر فاروقؓ کے ہونٹوں سے سنا سیدنا بلال! سیدنا بلال! آپؐ نے رسم و رواج کے بندھن توڑے اور سرداران عرب کو رسوم کی غلامی سے آزاد کیا۔ نہ جاہلیت کے سنگھار باقی رہے نہ جاہلیت کی نوحہ خوانی اور سادگی اور صبر نے ان کی جگہ لے لی۔ رات کی فضول گوئی کی مجالس ویران ہوئیں اور خدا کے گھر قائمین اور راکعین اور ساجدین سے بھر گئے۔ ظلم و ستم کا دور ختم ہوا اور رحم و کرم کے چشمے پتھر دلوں سے پھوٹ پڑے، ظالموں اور ستم گروں کی دنیا رحیم و کریم بندگان خدا کی دنیا بن گئی۔ صدیوں کے بغض و عناد کاٹے گئے اور عفو اور حلم نے ان کی جگہ لے لی۔ قتل ناحق کا رواج مٹ گیا اور قاتل اپنے مقتول کے بارے میں پوچھا جانے لگا کمزور طاقتور کے مظالم کا نشانہ نہ رہا اور ظالموں کے دل خوف عاقبت سے بھر گئے۔

تاریخ عالم پر نگاہ ڈال کر دیکھئے اور مذاہب عالم کے پیروکاران کو ان کے اپنے خداؤں کی قسمیں دے کر پوچھئے کہ کیا کبھی ایک یا سو یا ہزار یا لاکھ مصلحین کے ہاتھ پر بھی دلوں کی ناپاکی ایسی عظیم المرتبت پاکیزگی میں تبدیل ہوئی ہو، اگر وہ کہیں ہاں تو ان سے منہ موڑ لیجئے کہ وہ جھوٹے ہیں اور تاریخ مذاہب کا ایک ایک ورق ان کے کذب پر گواہی دیتا ہے۔

آنحضور ﷺ کے ظہور کے وقت دنیا کے مختلف ممالک میں جس قدر بدیاں رائج تھیں وہ ساری ملک عرب میں پائی جاتی تھیں۔ پھر بڑی قیامت یہ تھی کی گنتی کی جو چند خوبیاں تھیں ان پر بھی تہ بہ تہ بدیوں کا ہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ پس آج میں اس پہلو سے حضور ﷺ کی قوت قدسیہ کی حیرت انگیز تاثیر پر روشنی ڈالتا ہوں کہ آنحضور ﷺ نے عربوں کو صرف ان بدیوں ہی سے پاک نہیں فرمایا جو ننگی اور ظاہر بدیاں تھیں بلکہ ان کی ان صفات حسنہ پر بھی کارفرما ہوئی جو گو خوبیاں سمجھی جاتی تھیں لیکن درحقیقت ان میں ناپاکی کی اس قدر آمیزش تھی کہ اخلاق حسنہ سے انہیں دُور کا واسطہ بھی نہ رہا تھا۔ آنحضور ﷺ نے ان ایسی تمام صفات کو بھی خالص اور پاک فرمایا اور پھر روحانیت اور تقوی اللہ کا رنگ دے کر ایسا چمکایا کہ وہ انمول جواہر کی طرح چمکنے لگیں۔

عربوں کی دلیری اور مردانگی ہی کو دیکھئے کہ اس خلق میں عرب بہت مشہور تھے اور ہر قسم کے مصائب کا چیلنج قبول کرنے اور سختیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے مردانہ وار آگے آ جایا کرتے تھے لیکن درحقیقت ان کی یہ بہادری وحشت اور درندگی کہلانے کی زیادہ مستحق تھی اور حد اعتدال سے ایسا تجاوز کر چکی تھی کہ خدا کا خوف بھی دلوں میں باقی نہ رہا تھا۔ ظلم سے ان کے ہاتھ روکنے کی راہ میں کوئی چیز حائل نہ تھی قادر مطلق کی پکڑ اور آخرت کے خیال سے وہ بالکل بے خوف بلکہ ناآشنا تھے۔ بے جا شیخی اور فخر اور تعلّی نے شجاعت کے حسن کو داغ داغ کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے اس بہادری کی ناپاک آلائشوں کو اس طرح کاٹ کر الگ پھینک دیا جیسے بھٹی کپڑے کی میل کاٹ دیتی ہے۔ اب اس بہادری میں بے جا فخر اور نمود اور سفا کی کی کوئی ملاوٹ نہ رہی۔ اب یہ وہ بہادر تھے جن کی بہادری کا ہر رخ غیر اللہ کی طرف تھا اور جہاں تک خدا تعالیٰ کا تعلق ہے ان کے دل اس کے خوف سے صبح و مساء بھرے رہتے تھے اور قضاء اللہ کو للکارنے کا کیا سوال اس کے

خوف سے ان کے پتے پانی ہوتے تھے، ڈرتے ڈرتے وہ دن گزارتے تھے اور روتے روتے ان کی راتیں بسر ہوتی تھیں۔

حضرت عمرؓ کے آخری لمحات اور آپؓ کے آخری کلمات سے کون مسلمان بے خبر ہے۔ اس جری انسان پر قضاء اللہ کا خوف ایسا غالب ہوا کہ سخت بے چینی اور کرب سے کروٹیں لیتے اپنے رب سے التجا کرتے تھے رَبِّ لَالِیْ وَلَاعَلَیَّ۔ رَبِّ لَالِیْ وَلَاعَلَیَّ (صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف) اے میرے ربّ! میں اس جان کنی کی حالت میں تجھ سے التجا کرتا ہوں تو مجھ سے حساب نہ فرما۔ میں تو خود کہتا ہوں کہ میری نیکیاں ایسی بے حقیقت ہیں گویا ان کا کوئی وجود نہیں۔ میری بدیاں بھی تو اپنے بخشش کے پانی سے دھو ڈال حتیٰ کہ ان کا بھی کوئی وجود نہ رہے اور اس تہی دامن بندے کو جو کچھ دینا ہے محض اپنے فضل کے ہاتھ سے دے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ جنہیں خدا کے رسول نے ’’سیف اللہ‘‘ کا لقب عطا فرمایا بستر مرگ پر پڑے زار زار روتے تھے۔ پوچھنے والے نے پوچھا آپ کیوں اس طرح بے تابانہ روتے ہیں؟ تو فرمایا میں جہاد میں اس کثرت سے شریک ہوا ہوں کہ میرے جسم پر ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں جس پر میں نے خدا کے نام پر زخم نہ کھائے ہوں۔ یہ کہتے کہتے آپؓ نے روتے ہوئے پیٹھ اور پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا کہ دیکھو میرا تو سارا بدن زخموں کے نشانوں سے بھرا پڑا ہے لیکن صد حیف اس کے باوجود مجھے شہادت نصیب نہ ہوئی اور آج میدان جنگ کی بجائے بستر پر جان دے رہا ہوں۔ اگر شہید ہو جاتا تو یقیناً میرے گناہ بخشے جاتے اور جنت میں شمار ہوتا لیکن اب نہیں جانتا کہ مجھ سے کیا سلوک کیا جائے گا۔

(تہذیب التہذیب، جز 3، صفحہ 107، زیر خالد بن ولید بن مغیرہ)

ان کے اس خوف کا باعث یقیناً موت نہیں بلکہ مابعد الموت کی وہ زندگی تھی جس میں انہیں اپنے ربّ کے حضور پیش ہونا تھا۔ موت کا خوف تو درکنار ان میں ہزار ہا ایسے مردان میدان تھے جو شہادت کی تمنّا لئے ہوئے جیتے تھے فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب: 24) ان میں سے بہتوں نے اپنی امنگوں کو پالیا لیکن بہت سے ایسے بھی رہ گئے جو اس آرزو اور انتظار میں عمر بھر جیا کئے یہاں تک کہ لَالِیْ وَلَاعَلَیَّ کی سخت دردناک آہ و پکار نے انہیں وصال یار کا پیغام پہنچایا۔ موت کا خوف تو درکنار وہ بسا اوقات ظاہری موت یعنی ابدی زندگی کی طرف اس طرح لپکتے تھے جیسا پیاسا پانی کی طرف دوڑتا ہے۔ زمانہ شاہد ہے کہ موت کبھی کسی قوم کے سامنے اگر ذلیل و خوار ہوئی ہے تو وہ میرے آقا محمد عربی ﷺ کے پروردہ غلاموں کے سامنے ہوئی ہے۔

آنحضور ﷺ نے عربوں کی بہادری کو جو نئی تخلیق عطا فرمائی اسکا اگر عرب کی جاہلیت کی بہادری سے موازنہ کرنا ہو تو میدان بدر پر بس ایک نگاہ ڈالنا کافی ہے۔ ایک طرف عرب کے نامور ایک ہزار سپاہیوں کا وہ لشکر جرار تھا جو سر سے پاؤں تک ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک قلیل جماعت کو کچلنے کیلئے شیروں کی طرح بپھرتا ہوا آیا تھا ان کے ساتھ رجزیہ اشعار پڑھنے والے شاعر بھی تھے اور مقتولوں کے تذکرے کر کے جوش دلانے والی عورتیں بھی تھیں اور وہ ڈھول پیٹنے والے ماہر فن بھی تھے جن کی ضربوں کی تال پر آواز کا وہ زیر و بم پیدا ہوتا تھا جو دلوں کو مرتعش کرتا اور جذبات کو وحشت پر ابھارتا تھا۔ ہر طرف سرخ اونٹوں اور مشکیں گھوڑوں کی پیٹھوں پر فخر و تعلّی کا شور بلند ہو رہا تھا۔ اس لشکر جرار کے مقابل پر وہ تین سو تیرہ (313) بہادر نکلے جنہوں نے ہمارے آقاؐ سے بہادری کے جوہر سیکھے تھے۔ انہیں اپنی طاقت کا کوئی گھمنڈ اور بڑائی کا کوئی دعویٰ نہ تھا، وہ تو عجز اور انکساری کا پیکر تھے جن کے نقش خاک میں ملے ہوئے تھے۔ ان کی زبانیں فخر و تعلّی سے عاری تھیں۔ ہاں نعرہ ہائے تکبیر سے وہ وادیوں کے دل دہلا دیا کرتے تھے۔ ان میں صحت مند بھی تھے اور بیمار بھی، کمزور بھی اور طاقتور بھی، بوڑھے بھی اور بچے بھی، ان میں ایسے بھی تھے جن کے پاس زرہ کا تو کیا سوال بدن ڈھانکنے کو کپڑا تک نہ تھا اور ایسے بھی تھے جن کے ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلوار یا محض لکڑی کے ایک ڈنڈے کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ پھر بھی وہ بے خوف تھے اور ہر پیشانی پر شجاعت، فتح اور کامرانی اور عزم شہادت کی نقوش کندہ تھے۔ وہاں بدر کے میدان میں ان دو لشکروں کی ٹکر ہوئی۔ عربوں کی فاخرانہ جہالت اور آنحضرت ﷺ کی پروردہ بسالت کے درمیان ایک زبردست تصادم ہوا۔ وہاں بدر کے میدان میں اس شجاعت میں جو عجز کی پروردہ تھی فخر اور تعلّی کے سر توڑ ڈالے اور غلامان محمد ﷺ نے مکہ کے جگر گوشوں کے ٹکڑے اڑا دیئے اور بندگان خدا نے ایک ہزار سرداران عرب کو جڑوں سے اکھیڑ پھینکا۔ یہ تھی وہ شجاعت جو آنحضورؐ کی قوت قدسیہ نے پیدا کی۔ ہر کبر و نخوت سے پاک عاجزی میں ڈوبی ہوئی بسالت مضبوط، محکم اور غیر متزلزل جس سے اگر چٹانیں بھی ٹکرائیں تو حقیر موجوں کی طرح پارہ پارہ ہو جائیں۔

عرب ایک غیرت مند قوم مشہور تھے لیکن ان کی غیرت بھی درحقیقت غیرت کی نسبت درندگی کہلانے کی زیادہ مستحق تھی۔ وہ غیرت کے نام پر ایسے انسانیت سوز مظالم توڑتے تھے کہ اس کی مثال روئے زمین پر نظر نہیں آتی۔ عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے والے وہ وحشی عورت ہی کو اپنے لئے اس قدر باعث ننگ و عار سمجھتے تھے کہ بہتیرے ان میں سے خود اپنے ہاتھوں اپنی نوزائیدہ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔

یہ سفا کی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اپنی غیرت کا یہ واقعہ بیان کیا کہ میری غیر حاضری میں ایک دفعہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو بیوی نے اس ڈر سے کہ میں اسے مار نہ دوں مجھے اطلاع بھیجی کہ مردہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ جب میں سفر سے واپس لوٹا تو اس نے مجھے بتایا کہ میں نے دل بہلانے کیلئے اپنی بہن سے ایک بیٹی مانگ لی ہے چنانچہ وہ بچی میری لاعلمی میں میرے ہاں پلتی رہی اور چار پانچ سال کی ہو گئی۔ بہت پیاری بچی تھی، بہت خوبصورت، بہت نیک سیرت، اس وقت مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ میری اپنی بچی ہے چنانچہ میں نے سفر پر ساتھ لے جانے کے بہانے اسے تیار کروایا۔ وہ اچھے اچھے کپڑے پہن کر میرے ساتھ چل پڑی۔ جنگل میں پہنچ کر میں نے ایک گڑھا کھودا اور وہ معصومانہ پوچھتی رہی کہ ابا یہ کیا کر رہے ہو؟ پھر میں نے اسے اس میں لٹا دیا اور وہ محو حیرت مجھ سے میری اس حرکت کے بارے میں سوال کرتی رہی۔ پھر میں نے جلد جلد اس پر مٹی ڈالی اور دیر تک مجھے اس کی خوف زدہ روتی ہوئی آوازیں سنائی دیتی رہیں کہ ابا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ ہائے ابا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ یہاں تک کہ مٹی کے ڈھیر تلے وہ خوف زدہ آوازیں ہمیشہ کیلئے دب گئیں اور میری آنکھ نے اسکے اس حال پر ایک بھی آنسو نہ بہایا۔ رحمۃ للعالمین نے جب یہ واقعہ سنا تو بے اختیار آپؐ کی آنکھوں سے رحمت کے سوتے پھوٹ پڑے اور آپؐ نے فرمایا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ (مقدمہ سنن الدارمی) کہ وہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

عربوں کی یہی وہ سفا کی اور درندگی تھی جسے ان کی اخلاقی پستی نے غیرت کا نام دے رکھا تھا اور یہ وہ ذلیل اور درندہ صفت قوم تھی جسے انسان اور پھر باخدا انسان بنانے کا کام ہمارے آقا کو سونپا گیا۔ پھر کیوں نہ دل اس مزکی کی مدح کے گیت گاتے ہوئے پروانہ وار اس کے حسن کا طواف کریں کہ اس نے چند سال کی قلیل مدت ہی میں یہ انہونا کام کر کے دکھایا اور عربوں کی اخلاقی دنیا کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اسی حیرت انگیز تبدیلی کا ذکر اپنے منظوم کلام میں یوں فرماتی ہیں ؎

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خون جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی
یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھے جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ترکے میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظالموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار

(درعدن)

آنحضور ﷺ کی بعثت کے بعد بھی عرب غیرت مند رہے بلکہ پہلے سے کہیں بڑھ کر غیرت مند ہو گئے لیکن اب اُن کی غیرت، سفا کی اور درندگی کی ہر آمیزش سے پاک تھی۔ اب وہ معصوم بے دست و پا بچیوں کو اپنی غیرت کا نشانہ نہیں بناتے تھے۔ وہ اب بھی غیرت مند بلکہ پہلے سے کہیں بڑھ کر غیرت مند تھے لیکن سنگدلی اب ان میں نام کو باقی نہ رہی تھی اور اَن گنت رحمت اور شفقت علی الناس کے چشمے ان پتھروں سے پھوٹ پڑے تھے۔ معاشرے کا وہ سنسان اور بے آب و گیاہ صحرا جو کبھی ظالم بھیڑیوں کا مسکن تھا اب سنسان

اور بے آب وگیاہ صحرانہ رہا تھا بلکہ سرسبز اور شاداب سرائیوں میں تبدیل ہو گیا تھا جن میں شفقت اور ایثار اور رحم وکرم کی دائمی نہریں بہتی تھیں۔ یہ کون تھا جس نے حیرت افزا انقلاب برپا کیا تھا وہی ہمارا آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جو دلوں کو پاک کرنے اور مذموم اخلاق کی کائنات کو مسمار کر کے ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان بنانے کیلئے دنیا میں آیا تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی عربوں کی فیاضی اور مہمان نوازی کی داستانیں زبان زدخلائق تھیں لیکن ان کے ہر دوسرے خلق کی طرح اس خلق پر بھی نفسانی اور شیطانی رنگ غالب تھا اور اسراف اور بذر اور ریا اور نمود کو تو اپنی ناسمجھی میں فیاضی اور مہمان نوازی کا نام دیا کرتے تھے۔ کتنے ہی ایسے امراء تھے جو نام ونمود کی خاطر ایک ایک دن میں سینکڑوں اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کی گردن پر چھری پھیر دیتے تھے لیکن اکا دکا آنے والے یتامیٰ اور مساکین کی قسمت میں ان کے دروازوں پر دھکوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ضرورت مند غربا کے گلوں میں سود در سود کے پھندے ڈالنا ان کے جذبہ فیاضی کے مخالف نہ تھا اور یتامیٰ اور بیوگان کے اموال بے دریغ کھا جانے کے باوجود وہ بندہ پرور کہلاتے تھے۔ بڑی بڑی عظیم الشان دعوتوں، چھلکتی ہوئی شراب کی بوتلوں اور راگ ورنگ کی شبانہ محافل پر ان کی فیاضی کی ساری داستانیں ختم ہو جاتی تھیں۔

اس وقت ان میں وہ مزکی عالم پیدا ہوا جو وحی الٰہی سے قبل بھی جود وسخا کا ایک حسین پیکر تھا۔ جو بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی کا ایک قلزم بے کراں اور رحمتوں کا ایک ایسا بحر ذخّار تھا جو نام ونمود کی آلائش سے کلیۃً پاک تھا۔ اس سے بہتر مہمان نواز کبھی پیدا نہ ہوا تھا اور اس سے زیادہ مصیبت زدگان کی امداد کرنے والا اور کوئی نہ آیا تھا۔ وہ مفلسوں اور قلاشوں کا والی، وہ گردنوں کو چٹیوں سے آزاد کرنے والا، وہ بے نواؤں اور بے کسوں کا ہمدرد، یتامیٰ اور بیوگان کا والی، اول اول عرب کی اخلاقی دنیا میں ایک اجنبی کی طرح آیا کیونکہ اس جیسی صفات کا حامل انہوں نے کوئی انسان نہ دیکھا تھا۔ اپنے اخلاق کی پاکیزگی، خلوص، وسعت اور عظمت کے لحاظ سے گویا وہ کسی اور دنیا کا انسان تھا جو ان میں ظاہر ہوا۔ اول اول وہ ایک اجنبی کی طرح آیا لیکن اس کی عظیم قوت قدسیہ آن کی آن میں اپنے گرد وپیش کو متاثر کرنے لگی اور اسکے اخلاق حسنہ ایک طاقت ور برقی رَو کی طرح اسکے احساس وقلوب میں سرایت کر گئے تب وہ اخلاقی معجزہ رونما ہوا جو نہ زمانوں میں اپنی کوئی نظیر رکھتا تھا نہ جہانوں میں، فیاضی کے سب قدیم اور بوسیدہ اطوار بدلے گئے اور کریمی نئے قالب میں ڈھالی گئی۔ میرے آقا کے نور نے نام ونمود کو خس وخاشاک کی طرح جلا کر خاکستر کر دیا اور فیاضی نے حیا کی چادر اوڑھ لی اب وہی فیاض جو کبھی اپنی عطا کے جوہر دکھانے کیلئے دن کی روشنی اور دیکھنے والی آنکھوں کا انتظار کیا کرتے تھے انسانی نظروں سے اوجھل رات کی تاریکی میں چھپ چھپ کر نکلنے لگے اور اکثر لینے والا ہاتھ اس امر سے نا آشنا رہنے لگا کہ دینے والا ہاتھ کون تھا یا کس کا تھا؟ فیاضی کی ادا کچھ ایسی بدلی کہ معطی کیلئے اس کے احسان کا شکریہ باعث مسرت بننے کی بجائے موجب اذیت ہو گیا اور خود اللہ تعالیٰ ان فیاضوں کے متعلق گواہی دیتا ہے کہ شکریہ سے ان کے دل تنگ ہوتے تھے اور بے اختیار وہ یہ کہا کرتے تھے: اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡہِ اللّٰہِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُکُوۡرًا (الدھر: 10) نادانو! ہم تو تمہیں خدا کے چہرے کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں۔ تم سے کوئی شکریہ اور کوئی عطا نہیں چاہتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ نے جو فیاض پیدا کئے گویا وہ ایک نئی مخلوق تھے جن سے فیاضان گزشتہ کو کوئی نسبت نہ تھی۔

آپؐ سے قبل سخاوت امیروں کے گھر کی باندی سمجھی جاتی تھی۔ سخی بس وہ ہی ہو سکتا تھا جس کے ظروف زیادہ اور دیگیں بڑی ہوں اور جس کے مویشیوں سے وادیاں بھر جاتی ہوں۔ آپؐ نے یہ سب تصور باطل کر دکھائے اور اپنے غلاموں کو کچھ ایسی دل کی غنا بخشی کہ ان کے امیر ہی سخی نہ رہے بلکہ غریب بھی سخی بلکہ سخیوں کے سرتاج بن گئے۔ احادیث سے پتا چلتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جود وکرم کا ایسا ولولہ ان کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ بسا اوقات مفلس اور بے زر صحابہ اس نیت کے ساتھ رسّی اور کلہاڑا لے کر جنگل میں نکل جاتے تھے کہ لکڑیاں بیچ کر جو قیمت ہاتھ آئے وہ خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ وہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر اس درجہ ترجیح دینے لگے کہ آسمان سے خدا تعالیٰ کی تحسین وکرم کی نظریں ان پر پڑنے لگیں اور اپنے محمدؐ کے غلاموں کی اس بے مثل کردار کا ذکر اس نے ان الفاظ میں فرمایا وَیُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ (الحشر: 10) یوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا بھر کے فیاضوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک اعلان عام تھا کہ اے کریمان عالم جو جود وسخا کے دعویدار ہو آؤ اور میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں سے فیاضی کے سبق سیکھو، اس کے چاکروں سے فیاضی کے سبق سیکھو جس کے غریب مفلس غلام بھی آج دنیائے جود وکرم کے بادشاہ ہیں۔ آؤ اور فیاضی کے نئے رسم ورواج کو دیکھو کہ مفلس وقلاش مزدور اپنی ضرورتوں کو تج کے دوسرے محتاجوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مصروف ہیں۔

عرب مہمان نوازی میں ایک بلند مقام پیدا کر چکے تھے اور ان کے اس اعلیٰ خلق کی داستانیں دنیا کے طول وعرض میں مشہور تھیں لیکن یہ مہمان نوازی بھی عموماً سکھ کے دنوں کی اور کھاتے پیتے گھروں کی مہمان نوازی تھی اور فخر اور تعلّی اور نمود کی ملونی سے ناپاک ہو چکی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ اس پر بھی کارفرما ہوئی اور اسے ایک نئی جلا بخشی۔ مہمان نوازی کے بھی نئے اسلوب اور نئے آداب وضع ہوئے اب ایسے مہمان نواز پیدا ہوئے کہ جو بھوک کی شدت کے وقت بھی یعنی اس وقت بھی جبکہ کھانا انسان کو سخت محبوب ہو جاتا ہے محض اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنا کھانا مہمانوں کو پیش کر دیتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات ان کے بچے محض اس لئے بھوکے سوتے تھے کہ ایک مہمان کا پیٹ بھر جائے اور پھر وہ خلق کو ایسا چھپاتے اور دنیا کی نظر سے دُور رکھتے تھے کہ اگر عرش کا خدا ان کی اس عجیب حالت کو ظاہر نہ فرماتا تو شاید کبھی کسی کو اخلاق کے ان نادر نمونوں کی خبر نہ ہوتی لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر نے نہ چاہا کہ یہ انمول موتی دنیا کی نظر سے اوجھل رہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ وحی فرمائی: وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّیَتِیۡمًا وَّاَسِیۡرًا (الدھر: 9) کہ اے میرے بندے! تیرے غلاموں میں تو ایسے پیدا ہو چکے ہیں کہ وہ کھانا یتیموں اور مسکینوں اور غریبوں کو کھلاتے ہیں اس حال میں بھی کہ بھوک کی شدت سے خود کھانا انہیں عزیز ہو رہا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا اسکے کھانے کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باری باری تمام ازواج مطہرات سے پتا کروایا لیکن سب نے یہی جواب دیا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہمارے پاس تو پانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے اسپر حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ کوئی ہے جو میرے اس مہمان کو اپنے ساتھ لے جائے۔ ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مَیں لے جاتا ہوں چنانچہ اسے اپنے ساتھ گھر لے گئے اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان آیا ہے تمہارے پاس کھانے کو کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے پاس بس اتنا ہی کھانا ہے کہ بچوں کو کھلا سکوں۔ انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز کے ساتھ بہلا لو اور جب وہ شام کا کھانا مانگیں تو ان کو سلا دو اور جب ہمارا مہمان آجائے تو چراغ بجھا دو اور اس پر یہ ظاہر کرو کہ ہم بھی کھا رہے ہیں چنانچہ سب بیٹھ گئے اور مہمان تو کھاتا رہا اور وہ دونوں منہ کی آوازوں سے یہ ظاہر کرتے رہے کہ گویا وہ بھی کھا رہے ہیں اور اس طرح مہمان کو کھلانے کے بعد بھوک کی حالت میں انہوں نے رات گزار دی۔ صبح جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ رات مہمان کے ساتھ تم دونوں کے سلوک پر اللہ تعالیٰ بھی آسمان پر چٹخارے لے رہا تھا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قول اللہ تعالیٰ ویؤثرون علیٰ انفسھم ......) کن وحشیوں کو آپؐ نے کیا بنا دیا کہ زمین پر بسنے والوں کے خُلق کے تبصرے ملاء اعلیٰ میں ہونے لگے اور وہ سفلہ پرست جن کے کردار سے انسانوں کو بھی

ارشاد باری تعالیٰ

اِنۡ تُبۡدُوۡا خَیۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡہُ اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیۡرًا (النساء: 150)

ترجمہ: اگر تم کوئی نیکی ظاہر کر دو یا اسے چھپائے رکھو یا کسی برائی سے چشم پوشی کرو تو یقیناً اللہ بہت درگزر کرنے والا (اور) دائمی قدرت رکھنے والا ہے۔

طالب دعا: مقصود احمد ڈار وافراد خاندان (جماعت احمدیہ شورت، جموں کشمیر)

گھن آجاتی تھی اب ایسے پاک ہوئے کہ فرشتے رشک کی نگاہوں سے ان کو دیکھتے ہوں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ قوت قدسیہ کی پہچان کی ایک کسوٹی یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ وہ بغض اور نفرت کو شدید محبت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتی ہے چنانچہ فرمایا: اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَبَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰھَاۤ اِلَّا الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا ۚ وَمَا یُلَقّٰھَاۤ اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ (حٰم السجدہ: 35-36) یعنی حسن کی تلوار سے بدی کا مقابلہ کر اور برائی کا انتقام نیکی سے لے تو اچانک تُو کیا دیکھے گا کہ وہ بھی جو تیرا شدید دشمن ہے تیرے دامن محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ تبدیلی ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں اس کیلئے خدا کے ایسے مزکی بندوں کی ضرورت ہے جو صبر کی عظیم طاقتیں اپنے اندر رکھتے ہوں اور خدا کے فضل سے انہیں عظیم حصہ ملا ہو۔ اس کسوٹی پر پورا اترتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ایک آگ کو ٹھنڈا کیا تھا لیکن بغض اور حسد اور حد سے بڑھی ہوئی عناد کی جتنی آگیں ہمارے آقاؐ کے معجز نما قدموں سے ٹھنڈی ہوئیں اور پھر عشق و محبت کے گلزار میں تبدیلی ہوگئیں اس کی مثال دنیا کے پردے پر نظر نہیں آتی۔ بغض کی آگ میں جلتے ہوئے ایسے دشمن جو کبھی بڑھی ہوئی نفرت کی وجہ سے آپؐ کو دیکھنے تک کے روادار نہ تھے آپؐ کے خلق عظیم کا ایسا کشتہ ہوئے کہ آپؐ کے قدموں میں جان دینے کو باعث نجات سمجھنے لگے۔ پھر ان میں سے بعضوں کا بخت ایسا رسا نکلا کہ واقعی انہیں حضور ﷺ کے قدموں پر سر رکھ کر جان دینے کی سعادت نصیب ہوئی مگر بعض عشاق صرف اسی حسرت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کے متعلق یہ روایت آتی ہے، حضرت ابوشماسہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ پر نزع کی حالت طاری تھی۔ آپؓ بہت دیر تک روتے رہے اور اپنے اس چہرے کو دیوار کی طرف پھیر لیا یہ حالت دیکھ کر آپؓ کے صاحبزادے نے عرض کیا ابا جان! کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فلاں فلاں بات کی بشارت نہیں دی تھی پھر آپ اتنے غمگین کیوں ہوتے ہیں؟ پھر آپؓ نے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے لئے بہترین توشہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کی شہادت ہے اور بے شک میں تین دوروں میں سے گزر رہا ہوں ایک دور وہ تھا جس میں مَیں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مجھ کو کسی شخص سے عداوت نہ تھی اور کوئی چیز میری نظر میں اتنی محبوب نہیں تھی جتنی نعوذ باللہ یہ بات کہ اگر مجھ کو رسول اللہ ﷺ پر قدرت اور طاقت حاصل ہو جائے تو مَیں آپؐ کو قتل کر دوں اگر مَیں اس حالت میں مرجاتا تو یقیناً دوزخ والوں میں سے ہوتا۔ دوسرا وہ دور تھا جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کا خیال میرے دل میں پیدا کر دیا اور مَیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اپنا دایاں ہاتھ پھیلایئے تا کہ میں آپؐ کی بیعت کروں۔ حضور ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلا دیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کرنی چاہتا ہوں۔ فرمایا جو چاہو شرط کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا عمرو کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام تمام پچھلے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے تمام گناہوں کو منہدم کر دیتی ہے اور حج تمام پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ پھر میں نے بیعت کی۔ اس وقت مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی شخص سے محبت نہیں تھی اور نہ میری آنکھوں میں آپؐ سے زیادہ کوئی صاحب جلال تھا۔ میں حضورؐ کی شان جلال کی وجہ سے آنکھیں بھر کر آپؐ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا یہاں تک کہ اگر آج آنحضور ﷺ کا حلیہ دریافت کیا جائے تو میں بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر میرا انتقال اس حالت میں ہو جاتا تو البتہ مجھ سے اس بات کی امید تھی کہ میں اہل جنت میں سے ہوتا۔ اس کے بعد ہم بہت سی باتوں کے ذمہ دار ہو گئے۔ معلوم نہیں کہ میرا ان میں کیا حال رہے گا؟ پس جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ پر کوئی نوحہ گر نہ آئے اور آگ نہ جلائی جائے اور پھر جب مجھے دفن کرنے لگو تو میری قبر پر تھوڑی تھوڑی مٹی ڈالنا اور پھر میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جائے تا کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور دیکھوں کہ اپنے ربّ کے فرستادہ فرشتوں سے کیا گفتگو کرتا ہوں؟

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ وکذا الھجرۃ والحج)

یہ تو محض ایک مثال ہے ورنہ نفرت کو عشق میں تبدیل کرنے کے واقعات ایسی بکثرت اور اتنے درخشندہ ہیں کہ انکا شمار اور لطافتوں کا بیان ممکن نہیں۔ جب آنحضور ﷺ نے دعویٰ فرمایا تو بجز خدا اور چند بندگان خدا کے کون تھا جو آپؐ کا حامی تھا؟ بڑے بھی آپؐ کی جان کے دشمن ہوئے اور چھوٹے بھی، امیر بھی اور غریب بھی، اپنے بھی اور غیر بھی، قریش کے ہر قبیلہ نے آپؐ کے قتل کا اجماع کیا۔ آپؐ کی سلامتی اور فلاح کے جواب میں ہر طرف سے گالیاں اور آزار آپؐ کے حصے میں آئے، جان کو بھی دکھ دیئے گئے اور جسم کو بھی، اوجڑیاں آپؐ کی پیٹھ پر اور خاک آپؐ کے بالوں میں ڈالی گئی لیکن صبر کے اس پہاڑ نے جسے خُلق عظیم عطا ہوا تھا ہر نفرت کا جواب شفقت اور ہر بغض کا جواب رأفت سے دیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے خلق عظیم اور مقبول دعاؤں کی طاقت نے جسے ہم قوت قدسیہ کہتے ہیں وہ حیرت ناک انقلاب برپا کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے کائنات عاجز ہے۔ وہی جان لیوا دشمن جانیں آپؐ پر نچھاور کرنے لگے اور گالیوں کی جگہ دن رات کے درود نے لے لی۔ ماؤں نے اپنے جگر کے لعل پیش کر دیئے کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں پیشتر اسکے کہ آنحضور ﷺ کو کوئی گزند پہنچے۔ بیویوں نے خاوندوں کی قربانی دی، بہنوں نے بھائیوں کی قربانی دی اور آپؐ کی سمت برسائے جانے والے تیر صحابہ نے بڑھ بڑھ کر اپنی چھاتیوں پر لئے۔

قَامُوۡا بِاِقۡدَامِ الرَّسُوۡلِ لِغَزۡوِھِمۡ
کَالۡعَاشِقِ الۡمَشۡغُوۡفِ فِیۡ الۡمَیۡدَانِ
فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدۡقِھِمۡ فِیۡ حُبِّھِمۡ
تَحۡتَ السُّیُوۡفِ اُرِیۡقَ کَالۡقُرۡبَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 591)

وہ آنحضور ﷺ کے قدموں میں میدان کارزار میں ایک عاشق صادق کی طرح ڈٹ گئے اور ان کے خون محبت کی راہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے تلواروں کی دھاروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہائے گئے۔ کبھی کسی قوم کو کسی نبی نے اس درجہ تبدیل نہیں کیا جیسا آنحضور ﷺ نے اپنی قوم کو کیا اور کبھی کسی قوم نے اپنی جہالت کا ایسا دردناک فدیہ ادا نہیں کیا جس طرح آنحضور ﷺ کی قوم نے ادا کیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

آنحضور ﷺ کی قوت قدسیہ نے وحشی انسانوں کو انسان اور پھر انسانوں کو مہذب انسان بنانے پر ہی بس نہیں کی اور بغض و کینہ کو عشق و وفا میں تبدیل کرنے پر ہی اکتفا نہ فرمائی بلکہ اس حد تک انہیں ہر خلق میں صیقل کیا کہ خدا تعالیٰ کی نظر انتخاب نے انہیں اپنے لئے چن لیا اور حرص و ہوا اور لات و منات کے بندے عباد الرحمن کہلانے لگے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب کسریٰ کے رومال پر تھوکا تھا تو اس خیال سے کہ وہ ابو ہریرہؓ جو کئی کئی دن کے فاقے سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے آج آنحضور ﷺ کی قدموں کی برکت سے کسریٰ کے رومال پر تھوک رہا ہے۔ بے اختیار ان کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا تھا کہ بَخٍ بَخٍ ابو ھُرَیرَۃ! واہ واہ ابو ہریرہ! تیری بھی کیا شان ہے! لیکن حق یہ ہے خدا کی قسم آنحضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو لقاء اللہ کے جس بلند مقام پر پہنچا دیا تھا اس کے پیش نظر یقیناً وہ رومال زبان حال سے یہ پکار رہا ہوگا کہ بَخٍ بَخٍ یَا کسریٰ! واہ واہ اے کسریٰ! تیری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین (قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خس رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

طالب دعا: سید زمرود احمد ولد سید شعیب احمد اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ بھونیشور، اڈیشہ)

بھی آج کیا شان ہے! تیرے رومال پر آج محمد عربیؐ کا ایک دربان تھوک رہا ہے۔

جس حالت میں آپؐ نے عرب کی مٹی کو پایا تھا اسے اس حالت سے کوئی بھی نسبت نہیں ہے جس میں اسے آپؐ نے چھوڑا چنانچہ اس قلبِ ماہیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ 591)

یعنی تو نے عرب کی قوم کو گوبر کی طرح حقیر و ذلیل پایا اور خالص سونے کی ڈلیوں میں تبدیل کر دیا۔ امت محمدیہ کے ان تبدیل شدہ انسانوں کا جو اپنے آقا کی متابعت میں ایک خلق آخر میں تبدیل ہو چکے تھے قرآن کریم ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس: 63)

سادہ بے قیمت کپڑوں میں ملبوس خاک بسر یہ لوگ اپنے خدا کو ایسے پیارے ہو چکے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَ لَا رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَ بَرَّهٗ (سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب البراء بن مالک) خبردار میرے احباب کے ظاہر پر قیاس میں نہ بیٹھنا۔ ان میں کچھ ایسے بھی پراگندہ خاک حال اولیاء ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کر دیں تو خدا ان کی بات پوری کر دے گا۔

حضرت عمرؓ کے متعلق ان کے بیٹے حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے کبھی حضرت عمرؓ کے منہ سے یہ نہیں سنا کہ مَیں گمان کرتا ہوں کہ ایسا ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ ویسا ہی کر دکھاتا تھا جیسا حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ ایسا ہوگا۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق ولایت کی ایک جھلک حضرت انسؓ کی اس روایت سے بھی ملتی ہے ایک مرتبہ دو شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات دیر تک آپؐ کی پاک صحبت میں بیٹھے رہے۔ جب وہ گھر کیلئے روانہ ہوئے تو رات گھپ اندھیری تھی لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دنوں کی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی روشن ہوگئی اور جب ان دونوں کا راستہ الگ الگ ہوا تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہوگئی اور ہر ایک اپنی لاٹھی کی روشنی میں اپنے گھر تک پہنچ گیا۔ بخاری کی اس مستند روایت کو پڑھ کر ذہن خود بخود اس ید بیضا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو حضرت موسیٰؑ کو اپنے ربّ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ مثیل موسیٰ کے غلاموں کو بھی اس نے ایک روشن نشان عطا فرمایا۔ کیوں نہ ہو یہ وہی لوگ تھے جن کے بارہ میں خدا تعالیٰ نے بشارت دی تھی نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (التحریم: 9) بلاشبہ اخروی زندگی میں سب مومنوں کا نور ان کے آگے دوڑتے ہوئے ان کی رہنمائی کرے گا لیکن غلامان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس دنیا میں ہی تمثیلاً اس وعدے کو پورا ہوتے دیکھ لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل یہ لوگ کون اور کیا تھے؟ اگر یہ سوچیں تو دل ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ایسی حیرت انگیز تبدیلی اور ایسا عظیم الشان تغیر کہ جیسے کوئی رات کو کہے کہ دن ہو جا اور واقعی وہ دن ہو جائے۔ اس بے مثل مزکی کے فیض سے سرتاپا پاک ہو جانے والے یہ لوگ جو روحانیت کے بلند و بالا مقامات پر فائز ہوئے عرب کے غیر متمدن وحشی ہی تو تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے پڑے ہوئے تھے۔ روحانی اور اخلاقی پستی کی انتہا تک پہنچے ہوئے تھے، کفر و شرک کے گہواروں میں پلنے والے یہ لوگ جو فسق و فجور کی گودیوں میں کھیلے اور جہالت اور بربریت کے ہاتھوں میں جوان ہوئے تھے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک مزکی نگاہ سے بدل گئے۔ آپؐ کی دعاؤں کا فیض رحمت کا پانی بن کر ان پر برسا یہاں تک کہ ان کے سارے گند دھوئے گئے، سب تاریکیاں ان سے دُور ہوئیں اور عصیان کے داغدار لبادے انہوں نے اتار کر پھینکے پھر آسمانی نور ان کے دلوں پر نازل ہوا اور سینے اس نور سے بھر گئے یہاں تک کہ وہ ان کی پیشانیوں سے پھوٹنے لگا۔ میرا آقاؐ اس دنیا سے رخصت نہ ہوا جب تک ان میں سے ہر وہ طالب نور جو صدق و صفا کے ساتھ اسکے قدموں میں حاضر ہوا ایک بقعہ نور نہ بن گیا۔ تب اس نے افق اعلیٰ سے اپنے گرد و پیش اور زیریں آسمان پر نگاہ ڈالی تو اسے یہ اپنے ستاروں کی طرح روشن صحابہ سے مزین پایا۔ تب اس نے تاریکی میں بسنے والوں کو یہ زندگی بخش پیغام دیا اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابہ) کہ دیکھو! میرے غلام اب آسمان ہدایت کے روشن ستارے بن چکے ہیں۔ پس جو چاہے جس کی چاہے پیروی کرے اس کیلئے راستہ بھٹکنے کا کوئی خوف نہیں رہا۔ یہی تزکیہ نفس کا وہ حیرت انگیز معجزہ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو اس امّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِعَدَدِ هَمِّهٖ و غَمِّهٖ وحُزْنِهٖ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنْزِلْ عَلَيْهِ اَنْوَارَ رَحْمَتِكَ اِلَى الْاَبَدِ"

(برکات الدعا، روحانی خزائن، جلد 6 صفحہ 10، 11)

آپؐ نے بے شمار آسمان ہدایت کے ستارے پیدا کئے اور آپؐ کے وصال کے بعد بھی یہ آپؐ کا غیر فانی نور زندہ رہا اور ہر صدی کے سر پر تاریک راتوں میں ضیاء پاشی کرتا رہا۔ پھر وہ پورن ماشی کا چاند بھی آپؐ ہی کی قوت قدسیہ سے وجود میں آیا جس نے چودھویں صدی کے سر پر طلوع ہونا تھا اور اپنے آقا کے نور کی چادر اوڑھے ہوئے ایک دفعہ پھر دنیا کی ظلمتوں کو اجالوں میں تبدیل کرنے لگا۔ آپؐ کی سانسوں کی برکت سے وہ مہدی آیا، وہ مسیح الزمانؑ پیدا ہوا جس نے ایک عالم کے مُردوں کو جِلا دینی تھی اور مرتی ہوئی انسانیت کو حیات نو کا پیغام سنانا تھا۔ وہ جس کے وجود کے ساتھ اسلام کا ادیان باطلہ پر غالب آجانا مقدر ہو چکا تھا، وہ آیا اور آپؐ ہی کے دم قدم کی برکت سے آیا۔ وہ شاہد آیا جس کے وجود کا ایک ایک ذرہ اس بات پر گواہ تھا کہ اس نے جو کچھ پایا محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے پایا۔ وہ آیا اور اپنے محبوب آقا کے حسن و احسان کے گیت گاتا ہوا آیا۔ اسکے عشق و محبت کے گیتوں میں ایک عجیب رس تھا اور وہ انوکھے سُروں میں اپنے نفس کو مٹا کر اپنے محبوب کی بڑائی بیان کرتا رہا۔ اس کے گیت اس انداز کے تھے کہ ملائک بھی اس کے ہمنوا ہوئے اور فضا اس نغمہ عشق اور اس جیسے سینکڑوں نغمات عشق سے بھر گئی کہ۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثناء یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 456)

(تقریر جلسہ سالانہ 1966، بحوالہ تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت صفحہ 79)

......☆......☆......☆......

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا نگران اور ذمہ دار بنایا ہے
وہ اگر لوگوں کی نگرانی اور اپنے فرائض کی ادائیگی اور ان کی خیر خواہی میں کوتاہی کرتا ہے
تو اس کے مرنے پر اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت حرام کر دے گا۔ (مسلم، کتاب الایمان)

طالب دعا: اے شمس العالم و افراد خاندان (جماعت احمدیہ میلا پالم، تامل ناڈو)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب نماز کا وقت ہو جائے تو دیر نہ کرو اور اسی طرح جب جنازہ حاضر ہو
یا عورت بیوہ ہو اور اس کا ہم کفو مل جائے تو اس میں بھی دیر نہ کرو۔
(ترمذی، کتاب الصلوٰۃ)

طالب دعا: نصیر احمد و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہر علم النفس کی حیثیت میں

(حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے رضی اللہ عنہ)

انبیاء کا ایک نمایاں امتیاز

دنیا میں بہت لوگ علم النفس کے ماہر گزرے ہیں اور آج کل تو یہ علم خصوصیت سے بہت ترقی کر گیا ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو اکثر لوگ جو اس علم کے عالم کہلاتے ہیں، ان کا علم صرف اصطلاحات کی واقفیت تک محدود ہوتا ہے اور اگر اصطلاحات کے علم سے اوپر گزر کر کبھی کسی کو حقیقی علم تک رسائی بھی ہوتی ہے تو وہ صرف اس فن کے علمی حصہ تک محدود رہتی ہے اور اسکا عملی حصہ جو حقیقۃً مقصود ہے اس فن کے اکثر ماہرین کے دائرہ حصول سے باہر رہتا ہے اور صرف علم النفس پر ہی منحصر نہیں، دنیا میں بہت سے علوم اسی نامرادی کی حالت میں پائے جاتے ہیں کہ لوگوں کا مبلغ علم اصطلاحات کی حد سے آگے نہیں جاتا۔ اور جن صورتوں میں وہ آگے جاتا بھی ہے وہ صرف علمی پہلو تک محدود رہتا ہے اور علوم کے عملی استعمال تک بہت ہی کم لوگ پہنچتے ہیں۔ منطق کے علم کو دیکھو تو ہزاروں لاکھوں اس علم کے ماہر نظر آئیں گے مگر ان کا علم اصطلاحات سے آگے نہیں جاتا اور انکی عمرِ عزیز اصطلاحات کے رٹنے میں ہی صرف ہو جاتی ہے اور اس علم کا جو حقیقی مقصد ہے کہ جرح وتعدیل کا صحیح ملکہ پیدا ہو جائے اس سے اکثر لوگ محروم رہتے ہیں بلکہ بسا اوقات منطقی لوگ اپنے دلائل میں زیادہ بودے اور سطحی پائے گئے ہیں کیونکہ اصطلاحات کی الجھن ان کیلئے حقیقت تک پہنچنے کے رستے میں روک بن جاتی ہے لیکن عام لوگوں کے مقابل پر اگر انبیاء کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو یہ امتیاز نمایاں صورت میں نظر آتا ہے کہ ان کے جملہ علوم حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں بلکہ وہ گو بعض اوقات علوم کی اصطلاحات سے بوجہ ظاہری تعلیم کی کمی کے واقف نہیں ہوتے مگر ہر علم جو اُن کے دائرۂ کار سے تعلق رکھتا ہے اسکے اصل مقصد و مدعا یا بالفاظِ دیگر اس علم کے گودے اور جوہر سے انہیں پوری پوری واقفیت ہوتی ہے اور ان سے بڑھ کر کوئی شخص ایسے علم کا عالم مل نہیں سکتا۔

انبیاء اور علم النفس

علم النفس بھی جو گویا انسان کے ذہنی اور قلبی تاثرات کا علم ہے انبیاء کے مخصوص علوم کا حصہ ہے کیونکہ تربیت اور اصلاح کے کام سے اس علم کو خاص تعلق ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شریعت کی داغ بیل زیادہ تر اسی علم کی بناء پر قائم ہوتی ہے لیکن جیسا کہ قرآن شریف ہمیں بتاتا ہے اور حالات سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے انبیاء کے بھی مدارج ہیں جیسا جیسا کام کسی نبی کے سپرد ہونا ہوتا ہے اسی کے مطابق اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے توفیق دی جاتی اور علوم کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علم النفس

ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم النّبیینؐ تھے اور بخلاف گزشتہ انبیاء کے ساری دنیا کی اصلاح کیلئے مبعوث ہوئے تھے اور آپؐ کا پیغام ہر اسود واحمر کے نام تھا۔ اور آپؐ کی شریعت ہر قوم اور ہر زمانہ کیلئے بھیجی گئی تھی۔ اس لئے طبعاً آپؐ کے اندر وہ قوتیں بھی ودیعت کی گئی تھیں اور وہ علوم آپؐ کو عطا ہوئے تھے جو اس عظیم الشان کام کے سرانجام دینے کیلئے ضروری تھے اور اس میں کسی نبی کی ہتک نہیں ہے کہ دوسرے انبیاء میں سے کسی کو وہ علوم نہیں دیئے گئے جو آپؐ کو دیئے گئے اور کوئی ان قوتوں کو ساتھ لے کر نہیں آیا جنہیں لے کر آپؐ مبعوث ہوئے۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا ہے۔ اَنَاسَیِّدُ وَلَدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ میں آدمؑ کی اولاد کا سردار ہوں مگر اس کی وجہ سے میں اپنے نفس میں کوئی تکبر نہیں پاتا اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افضل الرسل تھے تو ضروری تھا کہ علم النفس میں بھی جس کا جاننا فرائض نبوت کی ادائیگی کے ساتھ گویا لازم وملزوم کے طور پر ہے، آپؐ سب سے اول اور سب سے آگے ہوں اور ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقۃً ایسا ہی تھا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے تربیت اور اصلاح کا عظیم الشان اور عدیم المثال کام لینا تھا۔ اس لئے یہ علم آپؐ کے وجود میں اس طرح سرایت کئے ہوئے تھا جیسے ایک عمدہ اسفنج کا ٹکڑا پانی میں ڈبو کر نکالنے کے بعد پانی سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور ایک قدرتی چشمے کے طور پر اس علم کی ابدی صداقتیں آپؐ سے پھوٹ پھوٹ بہتی تھیں۔ چونکہ میرے لئے اس مختصر مضمون میں اس موضوع کے سارے پہلوؤں کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ کسی ایک پہلو کو بھی تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کیا جا سکتا، اس لئے میں اس جگہ نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند مثالیں آپؐ کے کلام میں سے بیان کروں گا جن سے یہ پتہ لگتا ہے کہ کس طرح آپؐ کی ہر بات علم النفس کے ابدی اصول کے سانچے میں ڈھلی ہوئی نکلتی تھی اور زیادہ اختصار کے خیال سے میں آپؐ کے کلام میں سے بھی صرف اُس حصہ کو لوں گا جو روزمرہ کی گفتگو اور بے ساختہ نکلی ہوئی باتوں سے تعلق رکھتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کا کمال

میں بتا چکا ہوں کہ عام زبان میں علم النفس اس علم کا نام ہے جو انسانی ذہن کی تشریح اور اس کے کام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس علم میں ذہنی اور قلبی تاثرات سے بحث کی جاتی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان اپنے ماحول سے کس طرح اثر قبول کرتا ہے اور اسکے خیالات کی رَوئیں کس طرح اور کن اصول کے ماتحت چلتی ہیں۔ وغیرہ ذالک۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام میں یہ کمال تھا کہ اس میں مخاطب فرد یا جماعت کی ذہنی کیفیت کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا اور کسی فرد یا جماعت کے خیالات کی اصلاح کیلئے جو بہترین طریق ہوسکتا ہے اس کے مطابق آپ کی زبان مبارک گویا ہوتی تھی اور اس لئے سوائے اسکے کہ مشیتِ ایزدی دوسری طرح ہو آپؐ کی ہر بات ایک آہنی میخ کی طرح سامع کے دل میں دھنس جاتی تھی اور آپ اپنے مخاطب کے خیالات کی رَو کو غلط رستے پر جاتا دیکھ کر یا یہ سمجھ کر کہ اسکے غلط رستے پر پڑنے کا احتمال ہے فوراً ایسی بات فرماتے تھے جو سامع کی ذہنی رَو کو کاٹ کر اس کا رُخ بدل دیتی تھی۔ ایسی مثالیں آپؐ کی زندگی میں ہزاروں ملتی ہیں بلکہ آپؐ کی ساری زندگی ہی اسکی مثال ہے مگر میں اس جگہ بطور نمونہ صرف چند مثالیں بیان کر دینے پر اکتفا کروں گا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

جنگ بدر کے موقع کی مثال

جنگ بدر کے موقع پر جب کہ ابھی مسلمان لشکرِ کفار کے سامنے نہیں ہوئے تھے اور اکثر مسلمان اس بات سے بے خبر تھے کہ کفار کا ایک جرار لشکر مکہ سے نکل کر آرہا ہے اور صرف اس خیال سے گھر سے نکلے تھے کہ قافلہ سے سامنا ہوگا، اس وقت بعض صحابہ نے کفار مکہ کا ایک سپاہی جو انہیں ایک چشمہ پر مل گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پکڑ کر پیش کیا۔ آپؐ نے اس سے لشکرِ کفار کے متعلق بعض سوالات کئے اور پھر پوچھا کہ رؤساء مکہ میں سے کون کون ساتھ ہے۔ اس نے کہا عتبہ، شیبہ، امیہ، نظر بن حارث، عقبہ، ابوجہل، ابوالبختر ی، حکیم بن حزام وغیرہ سب ساتھ ہیں۔ یہ لوگ چونکہ قبیلہ قریش کے روح رواں تھے اور نہایت بہادر اور جری سپہ سالار سمجھے جاتے تھے ان کے نام سُن کر اور یہ معلوم کر کے کہ مکہ کے سارے نامی لوگ مسلمانوں کے استیصال کیلئے نکل آئے ہیں، بعض کمزور صحابہ کسی قدر گھبرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو بے، ساختہ فرمایا هٰذِهٖ مَكَّةُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَيْكُمْ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا۔ لو مکہ نے تو تمہارے سامنے اپنے جگر گوشے نکال کر رکھ دیئے ہیں۔ یعنی تم خوش ہو کہ خدا نے تمہارے لئے اتنا بڑا شکار جمع کر دیا ہے۔ صحابہ کے خیالات کی رو فوراً پلٹا کھا گئی کہ یہ تو کوئی گھبرانے کا موقع نہیں ہے بلکہ خدا نے اپنے وعدوں کے مطابق ان روساء کفار کو ہمارے ہاتھوں تباہ کرنے کیلئے یہاں جمع کر دیا ہے اور اس طرح وہی خبر جو کمزور طبیعت مسلمانوں کیلئے پریشانی اور خوف کا باعث بن سکتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک بے ساختہ نکلی ہوئی بات سے ان کیلئے خوشی اور تقویت کا باعث بن گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فقرہ کسی غور وفکر کے نتیجہ میں نہیں فرمایا بلکہ ادھر آپؐ نے مکہ کے سپاہی کے مونہہ سے یہ الفاظ سنے اور صحابہ کے چہروں پر نظر ڈال کر گھبراہٹ کے آثار دیکھے اور اُدھر بے ساختہ طور پر آپؐ کے مونہہ سے یہ لفظ نکل گئے۔ جیسا کہ ایک تیر اپنی کمان کے چلّہ سے نکل جاتا ہے اور اس بات کے نتیجہ میں مسلمانوں کے خیالات کی رو پلٹا کھا کر فوراً اپنا رخ بدل گئی۔

فتح مکّہ کے موقع کی مثال

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابوسفیان رئیس مکّہ کی دلداری منظور تھی اور آپؐ نے اس کے ساتھ اس بارے میں بعض وعدے بھی فرمائے تھے۔ جب اسلامی لشکر نہایت درجہ شان وشوکت کے ساتھ اپنے پھریرے لہراتا ہوا مکہ کی طرف بڑھا اور ابوسفیان ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہوا اس تزک واحتشام کو دیکھ رہا تھا تو اس کے سامنے سے گزرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رئیس انصار نے جو اپنے قبیلہ کے سردار اور علم بردار تھے ابوسفیان کو سُنا کر کہا کہ آج مکہ والوں کی ذلّت کا دن ہے۔ ابوسفیان کے دل میں یہ بات نشتر کی طرح لگی۔ اس نے فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: ’’آپؐ نے سنا سعد نے کیا کہا ہے۔ سعد کہتا ہے کہ آج مکّہ کی ذلّت کا دن ہے۔‘‘

آپؐ نے فرمایا: ’’سعد نے غلط کہا۔ آج تو مکّہ کی عزت کا دن ہے۔ سعد سے سرداری کا جھنڈا لے کر اسکے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے۔‘‘

یہ ایک بے ساختگی کا کلام تھا۔ مگر دیکھو تو اس میں علم النفس کی کتنی ابدی صداقتیں مخفی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مکہ والوں کی ذلّت کے فقرہ سے یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ میں داخل ہوں تو مکہ والوں کی یہ ذلّت ہے حالانکہ مکہ خواہ مفتوح ہو جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے کے نیچے آرہا ہے تو اسکی عزت ہی عزت ہے۔ اور پھر مکہ کا مقام ایسا ہے کہ اسے کسی صورت میں ذلّت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے سعد کے فقرہ سے اور اس فقرہ کے کہنے کے انداز سے مسلمانوں کے دلوں میں ابوسفیان کے متعلق تحقیر کے جذبات پیدا ہو سکتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منشاء اس کی دلداری کرنا تھا اس لئے آپؐ نے فوراً ابوسفیان کی شکایت پر سعد کو تنبیہ فرمائی اور مسلمانوں کے خیالات کو غلط رستے پر پڑنے سے روک لیا۔ تیسرے آپؐ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ سعد کے موںہہ سے یہ بات بے اختیار نکلی ہے اور جان بوجھ کر نہیں کہی گئی اور پھر یہ سوچتے ہوئے کہ سعد اپنے قبیلہ کا سردار ہے حتی الوسع اس کی تحقیر بھی نہیں ہونی چاہئے، یہ حکم تو دیا کہ اس کے ہاتھوں سے سرداری کا جھنڈا لے لیا جائے مگر ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ یہ جھنڈا اس سے لے کر اسکے بیٹے کے سپرد کر دیا جائے تا کہ سعد کی بھی دلداری رہے اور کسی دوسرے کو بھی اس پر طعن کا موقع نہ پیدا ہو۔ غور کرو ان مختصر سے الفاظ میں جو بے ساختہ آپؐ کے موںہہ سے نکلے، آپؐ کی نظر کہاں کہاں تک پہنچی۔ گویا ایک آن واحد میں آپؐ کے الفاظ نے کئی ذہنی دروازے جو نقصان دہ تھے، بند کر دیئے اور کئی ذہنی دروازے جو نفع مند تھے وہ کھول دیئے۔

غزوۂ حنین کے موقع کی مثال

غزوۂ حنین کے بعد جب غنائم کی تقسیم کا سوال پیدا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ والوں کی تالیف قلب کے خیال سے انہیں زیادہ حصہ دیا۔ بعض جوشیلے اور کم فہم انصار کو اس پر شکایت پیدا ہوئی اور انہوں نے کہا کہ خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے مگر انعام مکہ والے لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپؐ نے انصار کو ایک علیحدہ جگہ میں جمع کیا اور ان سے کہا کہ مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو سکے کہ لوگ تو بھیڑ بکری اور اونٹ لئے جاتے ہیں مگر تمہارے ساتھ خدا کا رسول جا رہا ہے۔ انصار کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بعض نادان نوجوانوں کے موںہہ سے یہ فقرہ نکل گیا تھا۔ ہم خدا کے رسول کو لیتے ہیں ہمیں دنیا کے اموال کی رغبت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ’’اے انصار کے گروہ اب تم مجھے جنت میں حوضِ کوثر پر ہی ملنا۔‘‘

علم النفس کے ماتحت اس واقعہ کے پہلے حصہ کی تشریح واضح ہے۔ کسی نوٹ کی ضرورت نہیں مگر آپؐ کا آخری فقرہ کچھ تشریح چاہتا ہے۔ یہ ایک بہت سادہ اور صاف فقرہ ہے۔ مگر علم النفس کے سانچے میں کس طرح ڈھل کر نکلا ہے۔ آپؐ کا منشاء یہ تھا کہ تم میں سے بعض نے دنیا کا لالچ کیا ہے اب اس کی پاداش میں تمہیں دنیا میں اس خدائی انعام سے محرومی رہے گی جو دنیا کے انعاموں میں سب سے بڑا انعام ہے۔ یعنی حکومت وسلطنت۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ تمہارا اخلاص اور تمہاری قربانیاں رائیگاں گئیں بلکہ اس کیلئے تم مجھے آخرت میں حوضِ کوثر پر آ کر ملنا۔ وہاں تم آخرت کے انعاموں سے مالا مال کئے جاؤ گے۔ اور خدا تمہاری سب کسریں نکال دے گا مگر دنیا میں حکومت واقتدار کا انعام اب تمہیں نہیں ملے گا۔ گویا اس چھوٹے سے فقرہ میں آپ نے انصار کے دل میں یہ سبق پختہ طور پر جما دیا کہ اگر قومی طور پر مضبوط ہونا چاہتے ہو اور ترقی کرنا چاہتے ہو تو اپنے کمزور ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ سنبھال کر چلو ورنہ ایک حصہ کا وبال دوسرے حصہ کو بھی اٹھانا پڑے گا۔ اور اسی فقرہ میں آپ نے یہ بھی بتا دیا کہ تم نے میرا دامن پکڑ کر دنیا کی نعمتوں کا لالچ کیا اب تمہیں دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا چاہئے مگر چونکہ خیالات کی اس رو کے ساتھ فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا انصار کی جماعت خدائی انعامات سے محروم رہی اس لئے آپؐ نے ساتھ ہی اس کا ازالہ فرما دیا کہ نہیں، ایسا نہیں بلکہ خدا انہیں آخرت میں انعامات کا وارث بنائے گا اور چونکہ اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے اس لئے اگر آخرت میں انعامات مل جائیں تو دنیا کی محرومی چنداں قابل لحاظ نہیں ہے۔ آپؐ کے اس فقرہ میں یہ مزید لطافت ہے کہ گو آپؐ کا اصل منشاء اس موقع پر انصار کو تنبیہہ کرنا تھا لیکن آپؐ نے انعام کے حصہ کو تو صراحت کے ساتھ لفظوں میں بیان فرما دیا مگر سزا اور محرومی کے مفہوم کو لفظوں میں نہیں بیان کیا بلکہ بین السطور رکھا یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اب تمہیں دنیا میں حکومت کا انعام نہیں ملے گا بلکہ صرف اس قدر فرما کر خاموش ہوگئے کہ اچھا اب تم مجھے آخرت میں ملنا مگر چونکہ یہ ایک توبیخ کا موقع تھا آپؐ نے یہ بات نہیں کھولی کہ آخرت میں تم خدائی انعامات سے بہت بڑا حصہ پاؤ گے بلکہ صرف اس قدر فرمانے پر اکتفا کی کہ مجھے حوضِ کوثر پر ملنا۔ یعنی اس حوض پر میرے پاس آنا جہاں ہر انعام اور ہر خوبی اپنی انتہائی کثرت میں پائی جائے گی جس میں اشارہ یہ تھا کہ دنیا کی محرومی کی تلافی آخرت کے انعاموں کی کثرت سے ہو جائے گی۔ یہ صحرائے عربؐ کے اس امّی نبیؐ کا کلام ہے جو ظاہری علم کے لحاظ سے ابجد تک سے بے بہرہ تھا۔

ایک اور موقع کی مثال

مشیّت ایزدی کے ماتحت ایک جنگ میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور کئی صحابی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بعد میں یہ لوگ شرم کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اُن کو مسجد کے کونے میں منہ چھپائے تاریکی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا تم کون ہو۔ وہ شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے رو کر عرض کیا۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ، ہم بھگوڑے ہیں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے بے ساختہ فرمایا۔ بَلْ اَنْتُمُ الْعَکَّارُوْنَ۔ نہیں نہیں تم بھگوڑے نہیں ہو تم تو دوبارہ حملہ کیلئے تیار بیٹھے ہو۔‘‘ اللہ اللہ کیا شان ہے۔ میدان جنگ سے بھاگے ہوئے سپاہی ندامت میں ڈوبے جا رہے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ہم آپؐ کو کیا موںہہ دکھائیں ہم تو میدان میں پیٹھ دکھا چکے ہیں۔ آپؐ دیکھتے ہیں کہ ان کی ہمتیں گری جاتی ہیں فوراً فرماتے ہیں کہ تم بھگوڑے کہاں ہو تم تو دوبارہ حملہ کرنے کیلئے پیچھے ہٹ آئے ہو۔ میرے ساتھ ہو کر پھر جنگ کیلئے نکلو گے اور اس ایک لفظ سے گرے ہوئے پست ہمت سپاہی کو اسکی پستی سے اٹھا کر کس بلندی پر پہنچا دیتے ہیں!

(مضامین بشیر، جلد اوّل، صفحہ 159-165)

......☆......☆......☆......

حضرت مصلح موعودؓ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے — پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو — اسکے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

طالب دعا: زبیر احمد اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ دارجلنگ، مغربی بنگال)

حضرت مصلح موعودؓ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے — حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے

توحید کی ہو لب پہ شہادت خدا کرے — ایمان کی ہو دل میں حلاوت خدا کرے

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دوکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

(مولانا منیر احمد خادم، ناظر اصلاح وارشاد جنوبی ہند)

توحید کا حقیقی علم ،ایسا علم جو توحید کی معراج کو پہنچا ہوا ہو دنیا میں پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ دنیا پہلی مرتبہ واحد کے متعلق ''احد'' کی صفت سے بھی متعارف ہوئی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر صغیر میں سورۃ الاخلاص کا ترجمہ لکھتے ہوئے فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''قُلْ کا لفظ جو آخری تینوں سورتوں سے پہلے رکھا گیا ہے اس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ ہمارا یہ پیغام آگے دوسرے لوگوں تک پہنچا دو۔ اب یہ لازمی بات ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیں گے تو چونکہ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی قُلْ کا لفظ پڑھیں گے اس لئے ان پر بھی فرض ہو جائے گا کہ وہ اس کلام کو اور لوگوں تک پہنچائیں۔ پس قُلْ کہہ کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تم ہماری اس تعلیم کو اپنی ذات تک محدود نہ رکھو، بلکہ اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ اور پھر تم سے سننے والے اور لوگوں کے سامنے اسے بیان کریں اور پھر وہ آگے اور لوگوں تک پہنچائیں یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ساری دنیا تک خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچ جائے۔ اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ''(ہم ہر زمانہ کے مسلمان کو حکم دیتے ہیں کہ) تُو (دوسرے لوگوں سے) کہتا چلا جا۔''

مفرد کیلئے عربی زبان میں دو الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ وَاحِد اور اَحَد۔ واحد کے معنے ہوتے ہیں ایک لیکن اسکے بولنے سے دوسرے کی طرف ذہن جاتا ہے اور کہنے والا سمجھتا ہے کہ ایک کے بعد دو ہے اور دو کے بعد تین ہے اور تین کے بعد چار ہے۔ پس گو یہ لفظ ایک ہونے پر دلالت کرتا ہے مگر تعدد کے امکان کو رد نہیں کرتا۔ اسکے خلاف اَحَدٌ کے معنے ہوتے ہیں اکیلا اور اکیلے کے بعد کوئی دو کیلا نہیں کہتا۔ پس اس لفظ کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اس وجود کے ساتھ کسی دوسرے ایسے ہی وجود کا کوئی امکان نہیں۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کو اَحَد کہا گیا ہے یعنی اس کی توحید کامل کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس قسم کی کوئی دوسری ذات ہوگی۔ پس اس سورۃ میں اس لفظ کے لانے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید کامل کا اعلان کر دیا ہے۔

عربی لفظ اس جگہ صَمَد ہے اور صَمَد کے معنے ہوتے ہیں جو غنی ہو یعنی کسی کا محتاج نہ ہو مگر کوئی اس سے غنی نہ ہو۔ یعنی کوئی ایسا وجود نہ ہو جو اسکی مدد کے بغیر قائم رہ سکے۔ پس اس لفظ نے بھی توحید کامل کو ظاہر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ تمام موجودات اسکی مدد کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتیں اور اس کو موجودات کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں۔ صَمَد کے معنے ہمیشہ قائم رہنے والے کے بھی ہیں اور نہایت بلند شان والے کے بھی ہیں۔ یہ دونوں معنے بھی توحید کامل پر دلالت کرتے ہیں۔ جو ہمیشہ قائم رہے گا موجودات میں سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور جو بلندی میں بہت بڑھ جائے گا کوئی دوسری چیز اس تک پہنچ نہیں سکتی۔ اسکا بھی یہی مفہوم ہے کہ وہ اکیلا ہے۔

یہ آیت بھی توحید کامل پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس نے کسی کو جنا نہ ہو وہ یا تو بانجھ ہوتا ہے اور یا پھر ایسی ہستیوں میں سے ہوتا ہے جو کہ تغیر پذیر نہیں ہوتیں جیسے پہاڑیاں اور دریا وغیرہ۔ لیکن خدا تعالیٰ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ رَفِیْعٌ ہے یعنی اپنی شان میں بہت بلند ہے۔ پس پہاڑیوں اور دریاؤں کو اس سے کوئی نسبت نہیں ہوسکتی اور نہ وہ جنا گیا ہے کے الفاظ بھی توحید کامل پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا وجود دنیا میں نظر نہیں آتا جس کو کسی نے نہیں جنا، خواہ وہ معبود کہلاتا ہو یا نہ کہلاتا ہو۔

پہلے توحید ذاتی کا ذکر کیا تھا، اب توحید صفاتی کو بیان کیا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ صفات میں شریک ہونے کے یہ معنے نہیں کہ اس کے مشابہ کوئی حرکت انسان سے نہیں ہوتی۔ انسان بھی بصیر اور سمیع ہے اور خدا تعالیٰ بھی بصیر اور سمیع ہے۔ پس بظاہر تو یہ ایک اشتراک نظر آتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ بصیر ہے مگر آنکھوں سے نہیں دیکھتا اور خدا سمیع ہے مگر کانوں سے نہیں سنتا۔ وہ اپنی ذات میں بغیر آلات کے دیکھنے والا اور بغیر آلات کے سننے والا ہے۔ پس گو انسان بصیر اور سمیع ہے مگر اس کی صفات میں شریک قرار نہیں پا سکتا۔''

(تفسیر صغیر، صفحہ 850 تا 851)

علاوہ اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل توحید کا تصور مقید بالزمان والمکان تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام الٰہی نازل ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کو ''ربّ العالمین'' یعنی تمام جہانوں کا ربّ قرار دیا گیا اور اس کے مطابق اس کی تمام صفات کے پرتو کو زمان و مکان کی قیود سے بالاتر قرار دیا گیا۔

توحید کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ توحید کی عظمت شان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا کوئی رازق نہ ماننا کوئی مُعِز اور مُذِل خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا اپنا تذلل اسی سے خاص کرنا اپنی اُمیدیں اسی سے خاص کرنا اپنا خوف اسی سے خاص کرنا پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہوسکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر ربّ الانواع یا فیض رسان نظر آتے ہیں یہ اسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اسی میں کھوئے جانا۔'' (سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 349)

اسی طرح فرمایا: ''ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 119)

پھر فرمایا: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کیلئے ایک مجدّد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اِس فخر میں ہمارے نبی صلعم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206)

اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جسکے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔

(براہین احمدیہ حصّہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 97 حاشیہ نمبر 6)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکی عبودیت کے قیام کیلئے گزری اور آپ نے اپنے پیدا کرنے والے سے اسقدر محبت کی کہ اسکی مثال دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتی اسکی گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ: 8)

کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اپنی محبت میں سرشار پایا اور پھر ہدایت دی۔ حد درجہ عبادت الٰہی اور محبت الٰہی کے نتیجہ میں ہی آپ پر غار حرا میں وحی الٰہی کا نزول ہوا اور آپ کی پہلی وحی سے ہی

بنیادی طور پر توحید کا پیغام دیا گیا۔ فرمایا: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (العلق 2) یعنی اپنے پیدا کرنے والے کے نام سے پڑھ۔ چنانچہ تمام زندگی آپ یہی پیغام پڑھتے پڑھاتے رہے اور پھر ہمہ وقت اپنے پیدا کرنے والے پر فدا رہے کہ دشمنان کو بھی اقرار کرنا پڑا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ کہ محمد تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کیلئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ آپ عموماً یہ دعا کرتے کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ۔ اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اسکی محبت بھی جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں تجھ سے ایسے عمل کی توفیق مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔

اسلامی تعلیم کا پہلا اصول ہی قیام توحید ہے اور اسکی اساس کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمہ توحید اس قدر پیارا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے یہ کلمہ پڑھتا ہے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اسکے جنت کے دروازوں کو کھولنے کا موجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ نے فرمایا: اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی ذکر میں سے سب سے افضل ذکر توحید کے کلمہ کا ورد کرنا ہے۔ کوئی مصیبت پیش آتی تو تب بھی آپ ان الفاظ میں کلمہ توحید بلند فرماتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عظمت والا اور بردبار ہے۔ اس کلمہ توحید کی خاطر آپ نے ہر طرح کے دُکھ اور تکالیف اُٹھائیں اور صحابہ کرام کی ایسی جماعت پیدا فرما دی جو کہ کلمہ توحید پر جاں نثار تھی اور اسکی خاطر ایک مضبوط چٹان کی طرح کھڑی رہی۔ آپ نے اپنی اُمت کو تعلیم دی کہ دن میں کم از کم سو مرتبہ کلمہ توحید بلند کریں جس کے الفاظ یہ ہیں:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اسلام کے اصول وحدانیت کی عظیم حکمت یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں تمام دنیا کے انسان ایک ہی لڑی میں پروئے جا کر آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور ساری مخلوق اللہ کا عیال ہو کر نہ صرف اتحاد و یکجہتی کی تار میں پروئی جاتی ہے بلکہ سب کا نقطہ نظر اور محور ایک ہو جاتا ہے۔ پس کلمہ توحید ہے جس سے تمام دُنیا کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف انیک خداؤں کے ماننے والے کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کلمہ توحید کی خاطر آپ نے اور آپ کے صحابہ نے جان مال اولاد اور وطن ہر طرح کی قربانی دی اپنے سے کئی گنا دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور شہادتوں کے جام پیئے۔

آپ کو کلمہ توحید سے اس قدر محبت تھی کہ اگر جانی دشمن کلمہ پڑھ لیں تو ان کی معافی کا بھی اعلان کیا جاتا اور اگر کوئی صحابی کلمہ توحید پڑھ لینے والے دشمن کو قتل کرتا تو آپ اس سے سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے جب ایک جنگ کے موقع پر کلمہ پڑھ لینے والے دشمن کو قتل کر دیا اور آنحضرت ﷺ کو یہ واقعہ بتایا تو حضور ﷺ حضرت اُسامہ پر سخت ناراض ہوئے اُسامہؓ نے عرض کیا کہ حضور اس نے تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے واقعی تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔

کلمہ توحید کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر غیرت تھی کہ جنگ اُحد کے موقع پر جب ایک مرتبہ مسلمانوں کو عارضی شکست ہوئی اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں نے ایک پہاڑی کے دامن میں نہایت خاموشی سے پناہ لی تو کفار نے سمجھا کہ ہم نے مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈروں کو مار دیا ہے اس پر انہوں نے بلند آواز سے پُوچھا کیا تم میں محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا خاموش رہو پھر انہوں نے پوچھا کیا تم میں ابوبکر ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش رہو پھر انہوں نے بلند آواز سے پوچھا کیا تم میں عمر ہیں کیا عثمان ہیں۔ جب مسلمانوں کی طرف سے بالکل خاموشی رہی تو انہوں نے سوچا کہ یہ سب فوت ہو چکے ہیں اس پر انہوں نے ''اُعلُ هُبل'' کا نعرہ بلند کیا کہ ہمارے ھُبُل بُت کی جے ہو۔ شرک سے بھرے ہوئے اس نعرے کو سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیرت توحید جاگ اُٹھی اور شرک کے نعرے کو برداشت نہیں کر سکے۔ آپ نے خود مسلمانوں سے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے صحابہ نے عرض کیا حضور کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو ''اللّٰهُ اعلٰی وَ اجَلّ'' کہ اللہ کی شان بلند و بالا ہے۔

جنگ بدر کے موقع پر ایک مشرک نے کہا کہ اگر آپ مجھ کو مال غنیمت میں سے کچھ حصہ دیں گے تو میں آپ کے ساتھ مدد کیلئے چل سکتا ہوں آپ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہونے کیلئے تیار ہو اس نے کہا مسلمان ہونے کیلئے تیار نہیں ہوں اس پر آپ نے فرمایا کہ میں کسی مشرک کی مدد نہیں لے سکتا۔

توحید کی عظمت ظاہر کرنے اور توحید کے نعرے لگانے کے یہ نظارے دنیا نے فتح مکہ کے موقع پر بھی دیکھے کہ اس فتح کی خوشی میں اللہ کی کبریائی اور شان کے اظہار میں آپ کا سر اُونٹنی کے پالان تک جُھک گیا اور دوسری طرف آپ نے :جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کا نعرہ لگایا۔

توحید کی یہی محبت آپ نے صحابہ کرام میں بھی پیدا فرما دی تھی چنانچہ ایک انصاری صحابی جو مسجد قُبا میں نماز پڑھاتے تھے ان کے متعلق روایت ہے کہ وہ ہر جہری نماز میں صرف سورۃ الاخلاص یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے اس کا ذکر صحابہؓ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو اس صحابی نے عرض کیا حضورؐ یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کی توحید پر مشتمل ہے اس لئے یہ مجھے بہت پسند ہے۔ حضور نے فرمایا اس سورۃ سے محبت تمہارے لئے جنت میں جانے کا راستہ صاف کر دے گی۔

آنحضرت ﷺ تمام عمر اللہ تعالیٰ کی عظمت شان اور وحدانیت کا درس دیتے رہے اور بوقت وفات بھی آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ (بخاری)

اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا اور اپنے متعلق دعا کی کہ

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ

اے اللہ میری قبر کو بت پرستی کی جگہ نہ بنانا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کے نتیجہ میں محبت الٰہی کے حصول کے متعلق فرماتے ہیں:

میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ اِس طرح پر کہ خود اُسکے دل میں محبت الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جُھک جاتا ہے اور اُس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالیٰ سے باقی رہ جاتا ہے تب محبت الٰہی کی ایک خاص تجلّی اُس پر پڑتی ہے اور اُس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آ جاتا ہے اور اُس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 67)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توحید باری تعالیٰ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان تعلیمات پر دل و جان سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

Ahmad Travels Qadian
Foreign Exchange-Western Union
Money Gram-X Press Money
Holidays, Air Ticket, Rail, Cars, Buses
Contact : 9815665277
Propritor : Nasir Ibrahim
(Ahmadiyya Chowk, Qadian, India)

لیا ظلم کا عفو سے انتقام ☆ علیک الصلوۃ علیک السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان عفو و درگزر

(منصور احمد مسرور)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۝ (اعراف:200)

ترجمہ :: (اَے نبی! ہمیشہ) درگزر سے کام لے اور مطابقِ فطرت باتوں کا حکم دیتا رہ اور جاہل لوگوں سے منہ پھیر لے۔

اللہ جل شانہ کے اِس، اور اِس جیسے کئی دیگر ارشادات کی روشنی میں پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو و درگزر کی ایسی بے نظیر مثالیں قائم فرمائیں کہ انبیاء کی تاریخ میں ایسی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ ایک عام انسان کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا کہ عفو و درگزر کی ایسی مثالیں بھی صفحہ کائنات میں رقم ہوسکتی ہیں اور کوئی عفو و درگزر کی ایسی بلند منزل پر بھی فائز ہوسکتا ہے۔ چھوٹے موٹے ظلم کی کیا بات ہے آپؐ نے بڑے بڑے قاتلوں ظالموں اور سفا کی تمام حدود کو پار کر جانے والوں کو بھی معاف فرمادیا۔ ذیل میں پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر عفو درگزر کے چند واقعات پیش ہیں۔

جنگ بدر جو کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ایک عظیم الشان معرکہ تھا، جس معرکہ سے کفار کی جڑ کٹ گئی تھی اس میں 70 قیدی کفار کے پکڑے گئے تھے۔ ان جان کے دشمن اور خون کے پیاسوں سے جو آپؐ نے عفو و درگزر کا سلوک فرمایا تحسین و آفرین۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا جو رؤساء قریش میں سے تھا اور نہایت فصیح وبلیغ خطیب تھا اور عموماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لیکچر دیتا رہتا تھا۔ جب وہ بدر میں قید ہوا تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! سہیل بن عمرو کے اگلے دانت نکلوا دیئے جاویں تا کہ وہ آپ کے خلاف زہر نہ پھیلا سکے۔ مگر آپؐ نے اس تجویز کو بہت ناپسند کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ عمر تمہیں کیا معلوم ہے کہ خدا آئندہ اسے ایسے مقام پر کھڑا کرے جو قابل تعریف ہو۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر سہیل مسلمان ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اسنے متزلزل لوگوں کو بچانے کیلئے اسلام کی تائید میں نہایت پُراثر خطبے دیئے جس سے بہت سے ڈگمگاتے ہوئے لوگ بچ گئے اور اسی سہیل کے متعلق روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں وہ اور ابوسفیان اور بعض دوسرے رؤساء مکہ جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے حضرت عمرؓ کو ملنے کیلئے گئے۔ اتفاق سے اسی وقت بلالؓ اور عمارؓ اور صہیبؓ وغیرہ بھی حضرت عمرؓ سے ملنے کیلئے آگئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو غلام رہ چکے تھے اور بہت غریب تھے مگر ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتداء میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے بلال وغیرہ کو پہلے ملاقات کیلئے بلایا۔ ابوسفیان نے جس کے اندر غالباً ابھی تک کسی قدر جاہلیت کی رگ باقی تھی یہ نظارہ دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ کہنے لگا ’’یہ ذلت بھی ہمیں دیکھنی تھی کہ ہم انتظار کریں اور ان غلاموں کو شرفِ ملاقات بخشا جاوے۔‘‘ سہیل نے فوراً سامنے سے جواب دیا کہ ’’پھر یہ کس کا قصور ہے؟ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم سب کو خدا کی طرف بلایا لیکن انہوں نے فوراً مان لیا اور ہم نے دیر کی۔ پھر ان کو ہم پر فضیلت حاصل ہو یا نہ ہو؟

(سیرت خاتم النّبیین مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ صفحہ 369 مطبوعہ قادیان 2004)

اسی طرح عمیر بن وہب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے مکہ سے مدینہ گیا تھا اس سے حسن سلوک اور عفو درگزر کا واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

بدر کے چند دن بعد عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ بن خلف جوذی اثر قریش میں سے تھے صحنِ کعبہ میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر کا ماتم کر رہے تھے کہ اچانک صفوان نے عمیر سے مخاطب ہو کر کہا کہ ’’اب تو جینے کا کوئی مزا نہیں رہا۔‘‘ عمیر نے اشارہ تاڑا اور جواب دیا کہ ’’میں تو اپنی جان خطرہ میں ڈالنے کو تیار ہوں لیکن بچوں اور قرض کا خیال مجھے مانع ہوجاتا ہے۔ ورنہ معمولی بات ہے مدینہ جا کر چپکے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ کر آؤں اور میرے لئے وہاں جانے کا یہ بہانہ بھی موجود ہے کہ میرا لڑکا اُنکے پاس قید ہے۔‘‘ صفوان نے کہا۔ ’’تمہارے قرض اور بچوں کا میں ذمہ دار ہوتا ہوں تم ضرور جاؤ اور جس طرح بھی ہو یہ کام کر گزرو۔‘‘ غرض تجویز پختہ ہوگئی اور صفوان سے رخصت ہو کر عمیر اپنے گھر آیا اور ایک تلوار زہر میں بجھا کر مکہ سے نکل کھڑا ہوا جب وہ مدینہ پہنچا تو حضرت عمرؓ نے جو ان باتوں میں بہت ہوشیار تھے اسے دیکھ کر خوفزدہ ہوئے اور فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا کہ عمیر آیا ہے اور مجھے اس کے متعلق اطمینان نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ۔ حضرت عمرؓ اسے لینے کے لئے گئے، مگر جاتے ہوئے بعض صحابہ سے کہہ گئے کہ میں عمیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملانے کے لئے لاتا ہوں، مگر مجھے اس کی حالت مشتبہ معلوم ہوتی ہے تم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ اور چوکس رہو۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ عمیر کو ساتھ لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے اسے نرمی کے ساتھ اپنے پاس بٹھا کر پوچھا ’’کیوں عمیر کیسے آنا ہوا؟‘‘ عمیر نے کہا ’’میرا لڑکا آپؐ کے ہاتھ میں قید ہے اسے چھڑانے آیا ہوں۔‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’تو پھر یہ تلوار کیوں حمائل کر رکھی ہے؟‘‘ اس نے کہا ’’آپؐ تلوار کا کیا کہتے ہیں۔ بدر میں تلواروں نے کیا کام دیا۔‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’نہیں ٹھیک ٹھیک بات بتاؤ کہ کیسے آئے ہو؟‘‘ اس نے کہا بات وہی ہے جو میں کہہ چکا ہوں کہ بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا ’’اچھا تو گویا تم نے صفوان کے ساتھ مل کر صحن کعبہ میں کوئی سازش نہیں کی۔‘‘ عمیر سناٹے میں آگیا۔ مگر سنبھل کر بولا ’’نہیں میں نے کوئی سازش نہیں کی۔‘‘ آپؐ نے فرمایا ’’کیا تم نے میرے قتل کا منصوبہ نہیں کیا؟ مگر یاد رکھو خدا تمہیں مجھ تک پہنچنے کی توفیق نہیں دے گا۔‘‘ عمیر ایک گہرے فکر میں پڑ گیا اور پھر بولا ’’آپؐ سچ کہتے ہیں ہم نے واقعی یہ سازش کی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے خدا آپؐ کے ساتھ ہے جس نے آپؐ کو ہمارے ارادوں سے اطلاع دے دی ورنہ جس وقت میری اور صفوان کی بات ہوئی تھی اس وقت وہاں کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا اور شاید خدا نے یہ تجویز میرے ایمان لانے ہی کے لئے کروائی ہے اور میں سچے دل سے آپؐ پر ایمان لاتا ہوں۔‘‘ آپؐ عمیر کے اسلام سے خوش ہوئے اور صحابہ سے فرمایا۔ ’’اب یہ تمہارا بھائی ہے اسے اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرو اور اس کے قیدی کو چھوڑ دو۔‘‘ الغرض عمیر بن وہب مسلمان ہوگئے اور بہت جلد انہوں نے ایمان واخلاص میں نمایاں ترقی کرلی اور بالآخر نورِ صداقت کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باصرار عرض کیا کہ مجھے مکہ جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں وہاں کے لوگوں کو جا کر تبلیغ کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور عمیر نے مکہ پہنچ کر اپنے جوش تبلیغ سے کئی لوگوں کو خفیہ خفیہ مسلمان بنا لیا۔ صفوان جو دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سننے کا منتظر تھا اور قریش سے کہا کرتا تھا کہ اب تم ایک خوشخبری سننے کے لئے تیار رہو۔ اس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو بے خود سارہ گیا۔ (ایضاً صفحہ 374)

جنگ احزاب شوال 5 ہجری میں ہوئی۔ کفار کے لشکر کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی گویا پورا عرب مدینہ پر اُمڈ آیا تھا۔ یہ اتنی خطرناک جنگ تھی کہ قرآن کریم نے اس جنگ کی شدت اور سختی کا نقشہ ایک جملے میں یوں کھینچ دیا ہے کہ: اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (احزاب:11،12)

کہ جب تمہارے مخالف تمہاری اُوپر کی طرف سے بھی (یعنی پہاڑی کی طرف سے بھی) اور نیچے کی طرف سے بھی (یعنی نشیب کی طرف سے بھی) آگئے تھے اور جبکہ آنکھیں گھبرا کر ٹیڑھی ہوگئی تھیں اور دل دھڑکتے ہوئے

حلق تک آ گئے تھے اور تم اللہ کے متعلق شکوک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس وقت مومن ایک (بڑے) ابتلا میں ڈال دیئے گئے تھے اور سخت ہلا دیئے گئے تھے۔

اتنی مصیبت کی گھڑی اور انتہائی سخت حالات میں بنوقریظہ نے غداری کی اور مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ دیا اور کفار کے ساتھ مل گئے۔ان کی غداری کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے ماتحت ان کے قلعے کا محاصرہ کیا۔ بنوقریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اگر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مانتے تو یقیناً ان کی جان بخشی ہوتی لیکن انہوں نے سعد بن معاذ کا فیصلہ ماننے پر اصرار کیا اور سعد بن معاذ نے توریت کے مطابق ان کے جنگجو مردوں کے لئے قتل کا فیصلہ کیا جو صادر کیا گیا۔اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو و درگزر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ایک شخص زبیر بن باطیا رؤسائے قریظہ میں سے تھا۔اس نے ایک مسلمان ثابت بن قیس نامی پر کسی زمانہ میں کوئی احسان کیا تھا۔ ثابت نے اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی کہ اسے چھوڑ دیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’بہت اچھا! اسے چھوڑ دو۔‘‘ ثابت نے جاکر زبیر کو خوشخبری دی کہ تجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری سفارش پر چھوڑ دیا ہے۔زبیر نے کہا میرے بیوی بچے تو قید میں ہیں میں قتل سے بچ کر کیا کروں گا۔ثابت پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا کہ زبیر یوں کہتا ہے۔آپؐ نے فرمایا ’’اس کے بیوی بچوں کو بھی آزاد کردو۔‘‘ ثابت نے جاکر زبیر کو پھر خوشخبری دی۔جس پر اس نے کہا میرا مال تو مسلمانوں کے قبضہ میں جاچکا ہے میں صرف بیوی بچوں کو لے کر کیا کروں گا۔ثابت نے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور آپ نے زبیر کے مال کے بھی واپس دیئے جانے کا حکم دے دیا۔اب ثابت بہت خوش خوش زبیر کے پاس گیا کہ لو اب تمہارا مال بھی تمہیں واپس مل جائے گا۔اس نے کہا یہ بتاؤ کہ ہمارے سردار کعب بن اسد اور یہودان عرب کے رئیس حیی بن اخطب کا کیا حال ہے۔ثابت نے کہا کہ وہ تو قتل کئے جا چکے۔اس نے کہا جب یہ لوگ قتل ہو گئے تو پھر میں نے زندہ رہ کر کیا کرنا ہے۔ چنانچہ مقتل میں گیا اور تلوار کے سامنے اپنی گردن رکھ دی۔

ایک اور یہودی رفاعہ نامی تھا اس نے ایک رحم دل مسلمان خاتون کی منت سماجت کرکے اسے اپنی سفارش میں کھڑا کرلیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان خاتون کی سفارش پر رفاعہ کو بھی معاف فرما دیا۔ غرض اس وقت جس شخص کی بھی سفارش آپؐ کے پاس کی گئی آپ نے اسے فوراً معاف کردیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ سعدؓ کے فیصلہ کی وجہ سے مجبور تھے ورنہ آپ کا قلبی میلان ان کے قتل کئے جانے کی طرف نہیں تھا۔

(ایضاً صفحہ 602)

ثمامہ بن اُثال سے عفو و درگزر کا واقعہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ابھی 6ھ شروع ہی ہوا تھا اور قمری سال کے پہلے مہینہ یعنی محرم کی ابتدائی تاریخیں تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل نجد کی طرف سے خطرہ کی اطلاعات پہنچیں۔ یہ اندیشہ قبیلہ قُرطَا کی طرف سے تھا جو قبیلہ بنوبکر کی ایک شاخ تھا اور نجد کے علاقہ میں بمقام ضَرِیّہ آباد تھا جو مدینہ سے سات یوم کی مسافت پر واقع تھا۔ یہ خبر پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تیس سواروں کا ایک ہلکا سا دستہ اپنے ایک صحابی محمد بن مسلمہ انصاری کی کمان میں نجد کی طرف روانہ فرما دیا مگر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں کچھ ایسا رعب پیدا کردیا کہ وہ معمولی سے مقابلہ کے بعد ہی بھاگ نکلے اور گو اس زمانہ کے طریق جنگ کے مطابق مسلمانوں کے لئے یہ موقع تھا کہ وہ دشمن کی عورتوں اور بچوں کو قید کرلیتے کیونکہ دشمن انہیں چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا مگر محمد بن مسلمہ نے عورتوں اور بچوں سے کوئی تعرض نہیں کیا اور عام سامان غنیمت لے کر جو اونٹوں اور بکریوں پر مشتمل تھا مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

اس مہم کی واپسی پر ثُمامہ بن اُثال کے قید کئے جانے کا واقعہ پیش آیا یہ شخص یمامہ کا رہنے والا تھا اور قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک بہت با اثر رئیس تھا اور اسلام کی عداوت میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ہمیشہ بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے درپے رہتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایلچی اس کے علاقہ میں گیا تو اس نے تمام قوانین جنگ کو بالائے طاق رکھ کر اس کے قتل کی سازش کی بلکہ ایک دفعہ اس نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا بھی ارادہ کیا تھا۔ جب محمد بن مسلمہ کی پارٹی ثمامہ کو قید کرکے لائی تو انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ کون شخص ہے بلکہ انہوں نے اسے محض شبہ کی بنا پر قید کرلیا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ ثمامہ نے بھی کمال ہوشیاری کے ساتھ ان پر اپنی حقیقت ظاہر نہیں ہونے دی، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں اسلام کے خلاف خطرناک جرائم کا مرتکب ہو چکا ہوں اور اگر اسلام کے ان غیر تمند سپاہیوں کو یہ پتہ چل گیا کہ میں کون ہوں تو وہ شاید مجھ پر سختی کریں یا قتل ہی کردیں مگر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ بہتر سلوک کی توقع رکھتا تھا۔ چنانچہ مدینہ کی واپسی تک محمد بن مسلمہ کی پارٹی پر ثُمامہ کی شخصیت مخفی رہی۔

مدینہ پہنچ کر جب ثُمامہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور محمد بن مسلمہ اور ان کے ساتھیوں سے فرمایا جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا جس پر آپؐ نے ان پر حقیقت حال ظاہر کی۔اس کے بعد آپؐ نے حسب عادت ثمامہ کے ساتھ نیک سلوک کئے جانے کا حکم دیا اور پھر اندرون خانہ تشریف لے جاکر گھر میں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ کھانے کیلئے تیار ہو ثمامہ کیلئے باہر بھجوا دو۔ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے صحابہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ ثمامہ کو کسی دوسرے مکان میں رکھنے کی بجائے مسجد نبوی کے صحن میں ہی کسی ستون کے ساتھ باندھ کر قید رکھا جائے، جس سے آپؐ کی غرض یہ تھی کہ تا آپؐ کی مجالس اور مسلمانوں کی نمازیں ثمامہ کی آنکھوں کے سامنے منعقد ہوں اور اس کا دل ان روحانی نظاروں سے متاثر ہوکر اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔

ان ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز صبح کے وقت ثمامہ کے قریب تشریف لے جاتے اور حال پوچھ کر دریافت فرماتے کہ ’’ثمامہ! بتاؤ اب کیا ارادہ ہے؟‘‘ ثمامہ جواب دیتا ’’اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ مجھے قتل کردیں تو آپ کو اس کا حق ہے کیونکہ میرے خلاف خون کا الزام ہے لیکن اگر آپ احسان کریں تو آپ مجھے شکر گزار پائیں گے اور اگر آپ فدیہ لینا چاہیں تو میں فدیہ دینے کیلئے بھی تیار ہوں۔‘‘ تین دن تک یہی سوال وجواب ہوتا رہا۔آخر تیسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے از خود صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ ’’ثمامہ کو کھول کر آزاد کردو۔‘‘ صحابہؓ نے فوراً آزاد کردیا اور ثمامہ جلدی جلدی مسجد سے نکل کر باہر چلا گیا۔غالباً صحابہ یہ سمجھے ہوں گے کہ اب وہ اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ جائے گا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ چکے تھے کہ ثمامہ کا دل مفتوح ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ ایک قریب کے باغ میں گیا اور وہاں سے نہا دھوکر واپس آیا اور آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔اس کے بعد اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ ’’یا رسول اللہ ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے اور آپؐ کے دین سے اور آپؐ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی، لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہیں۔‘‘

اس دن شام کو جب حسب دستور ثُمامہ کے لئے کھانا آیا تو اس نے تھوڑا سا کھانا کھا کر چھوڑ دیا۔ جس پر صحابہ نے تعجب کیا کہ آج صبح تک تو ثُمامہ بہت زیادہ کھاتا رہا ہے اور گویا پیٹو تھا، لیکن اب اس نے بہت تھوڑا کھانا کھایا ہے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا۔ ’’صبح تک ثمامہ کافروں کی طرح کھانا کھاتا تھا اور اب اس نے ایک مسلمان کی طرح کھایا ہے۔‘‘ اور آپؐ نے اس کی تشریح یوں فرمائی کہ ’’کافر سات آنتوں میں کھانا کھاتا ہے مگر مسلمان صرف ایک آنت میں کھاتا ہے۔‘‘ اس سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ جہاں ایک کافر تو دنیوی لذات میں انہماک ہوتا ہے اور گویا وہ اسی میں غرق رہتا ہے وہاں ایک

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

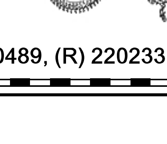

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

بس اللہ بکافٍ عبدہ‘ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں

اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

سچا مسلمان اپنی جسمانی ضروریات کو صرف اس حد تک محدود رکھتا ہے جو زندگی کے قیام کے لئے ضروری ہے کیونکہ اسے حقیقی لذت صرف دین میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس جگہ سات کے عدد سے حسابی عدد مراد نہیں ہے بلکہ عربی محاورہ کی رو سے سات کا عدد کثرت اور تکمیل کے اظہار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ گویا مراد یہ ہے کہ ایک کافر دنیوی لذات میں غرق رہتا ہے اور اس کی ساری توجہ دنیا میں صرف ہوتی ہے مگر ایک مومن اپنے آپ کو دنیوی لذات سے روک کر رکھتا ہے اور ضرورت حقہ کی حد سے آگے نہیں گزرتا۔ کیونکہ اس کی حقیقی لذات کا میدان اور ہے۔ یہ تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فطری میلان اور آپؐ کے ذاتی خلق کا ایک نہایت سچا آئینہ ہے۔

مسلمان ہونے کے بعد ثُمامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ’’یا رسول اللہ! جب آپؐ کے آدمیوں نے مجھے قید کیا تھا تو اس وقت مَیں خانہ کعبہ کے عمرہ کے لیے جا رہا تھا اب مجھے کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور دُعا کی اور ثمامہ مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر ثمامہ نے جوشِ ایمان میں قریش کے اندر برملا تبلیغ شروع کر دی۔ قریش نے یہ نظارہ دیکھا تو اُن کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور انہوں نے ثمامہ کو پکڑ کر ارادہ کیا کہ اسے قتل کر دیں۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ وہ یمامہ کے علاقے کا رئیس ہے اور یمامہ کے ساتھ مکہ کے گہرے تجارتی تعلقات ہیں وہ اس ارادہ سے باز آ گئے اور ثمامہ کو بُرا بھلا کہہ کر چھوڑ دیا، مگر ثمامہ کی طبیعت میں سخت جوش تھا اور قریش کے وہ مظالم جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ پر کرتے رہے تھے وہ سب ثمامہ کی آنکھوں کے سامنے تھے۔ اس نے مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے قریش سے کہا۔ ’’خدا کی قسم آئندہ یمامہ کے علاقہ سے تمہیں غلہ کا ایک دانہ نہیں آئے گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہ دیں گے۔

اپنے وطن میں پہنچ کر ثُمامہ نے واقعی مکہ کی طرف یمامہ کے قافلوں کی آمد و رفت روک دی اور چونکہ مکہ کی خوراک کا بڑا حصہ یمامہ کی طرف سے آتا تھا اس لئے اس تجارت کے بند ہو جانے سے قریش مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ انہوں نے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ ہمیشہ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ہم آپ کے بھائی بند ہیں۔ ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ اس وقت قریش مکہ اس قدر گھبرائے ہوئے تھے کہ انہوں نے صرف اس خط پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اپنے رئیس ابوسفیان بن حرب کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوایا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی بھی بہت آہ و پکار کی اور اپنی مصیبت کا اظہار کر کے رحم کا طالب ہوا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثُمامہ بن اُثال کو ہدایت بھجوا دی کہ قریش کے ان قافلوں کی جن میں اہل مکہ کی خوراک کا سامان ہو روک تھام نہ کی جاوے۔ چنانچہ اس تجارت کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا اور مکہ والوں کو اس مصیبت سے نجات ملی۔ یہ واقعہ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شفقت اور رحم اور عفو کا ایک بین ثبوت ہے۔ (ایضاً صفحہ 662)

ایک مرتبہ پھر ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش رچی اور ایک بدوی کو آپؐ کے قتل کے لئے بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا بھلا کوئی قاتل کیسے آپؐ تک پہنچ سکتا تھا، خواہ ایسی سازش ہزار دفعہ کیوں نہ کی جاتی۔ بہر حال قاتل پکڑا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی معاف فرما دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

غزوۂ احزاب کی ذلت بھری ناکامی کی یاد نے قریش مکہ کے تن بدن میں آگ لگا رکھی تھی اور طبعاً یہ قلبی آگ زیادہ تر ابوسفیان کے حصہ میں آئی تھی جو مکہ کا رئیس تھا اور احزاب کی مہم میں خاص طور پر ذلت کی مار کھا چکا تھا۔ کچھ عرصہ تک ابوسفیان اس آگ میں اندر ہی اندر جلتا رہا مگر بالآخر معاملہ اس کی برداشت سے نکل گیا اور اس آگ کے مخفی شعلے باہر آنے شروع ہو گئے۔ طبعاً کفار کی سب سے زیادہ عداوت بلکہ درحقیقت اصل عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھی۔ اس لئے اب ابوسفیان اس خیال میں پڑ گیا کہ جب ظاہری تدبیروں اور حیلوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کیوں کسی مخفی تدبیر سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ وہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کوئی خاص پہرہ نہیں رہتا بلکہ بعض اوقات آپؐ بالکل بے حفاظتی کی حالت میں ادھر ادھر آتے جاتے۔ شہر کے گلی کوچوں میں پھرتے۔ مسجد میں روزانہ کم از کم پانچ وقت نمازوں کے لئے تشریف لاتے اور سفروں میں بالکل بے تکلفانہ اور آزادطور پر رہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اچھا موقع کسی کرایہ دار قاتل کیلئے کیا ہو سکتا تھا؟ یہ خیال آنا تھا کہ ابوسفیان نے اندر ہی اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تجویز پختہ کرنی شروع کر دی۔

جب وہ پورے عزم کے ساتھ اس ارادے پر جم گیا تو اس نے ایک دن موقع پا کر اپنے مطلب کے چند قریشی نوجوانوں سے کہا کہ ’’کیا تم میں سے کوئی ایسا جوانمرد نہیں جو مدینہ میں جا کر خفیہ خفیہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کر دے؟ تم جانتے ہو کہ محمد کھلے طور پر مدینہ کی گلی کوچوں میں پھرتا ہے۔‘‘ ان نوجوانوں نے اس خیال کو سنا اور لے اڑے۔ ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک بدوی نوجوان ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا ’’میں نے آپ کی تجویز سنی ہے اور میں اس کیلئے حاضر ہوں۔ میں ایک مضبوط دل والا اور پختہ کار انسان ہوں جس کی گرفت سخت اور حملہ فوری ہوتا ہے۔ اگر آپ مجھے اس کام کیلئے مقرر کر کے میری مدد کریں تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کی غرض سے جانے کیلئے تیار ہوں اور میرے پاس ایک ایسا خنجر ہے جو شکاری گدھ کے مخفی پروں کی طرح رہے گا۔ سو میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ کروں گا اور پھر بھاگ کر کسی قافلہ میں مل جُل جاؤں گا اور مسلمان مجھے پکڑ نہیں سکیں گے اور میں مدینہ کے رستے کا بھی خوب ماہر ہوں۔‘‘ ابوسفیان نے کہا۔ ’’بس بس تم ہمارے مطلب کے آدمی ہو۔‘‘ اسکے بعد ابوسفیان نے اسے ایک تیز رو اونٹنی اور زادِ راہ وغیرہ دے کر رخصت کیا اور تاکید کی کہ اس راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دینا۔

مکہ سے رخصت ہو کر یہ شخص دن کو چھپتا ہوا اور رات کو سفر کرتا ہوا مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور چھٹے دن مدینہ پہنچ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ لیتے ہوئے سیدھا قبیلہ بنی عبدالاشہل کی مسجد میں پہنچا جہاں آپؐ اس وقت تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چونکہ ان ایام میں نئے سے نئے آدمی مدینہ میں آتے رہتے تھے اس لئے کسی مسلمان کو اس کے متعلق شبہ نہیں ہوا۔ مگر جونہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی طرف آتے دیکھا آپؐ نے فرمایا یہ شخص کسی بری نیت سے آیا ہے۔ وہ یہ الفاظ سن کر اور بھی تیزی کے ساتھ آپؐ کی طرف بڑھا مگر ایک انصاری رئیس اُسید بن حضیر فوراً لپک کر اس کیساتھ لپٹ گئے اور اس جدوجہد میں ان کا ہاتھ اس کی چھپی ہوئی خنجر پر جا پڑا جس پر وہ گھبرا کر بولا۔ ’’میرا خون میرا خون۔‘‘

ظہور خیر الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کلام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اِک رات مفاسد کی وہ تیرہ و تار آئی — جو نور کی ہر مشعل ظلمات پہ وار آئی
تاریکی پہ تاریکی گمراہی پہ گمراہی — ابلیس نے کی اپنے لشکر کی صف آرائی
طوفان مفاسد میں غرق ہوگئے بحر و برّ — ایرانی و فارانی رومی و بخارائی
بن بیٹھے خدا بندے دیکھا نہ مقام اس کا
طاغوت کے چیلوں نے ہتھیا لیا نام اُس کا

تب عرشِ معلّٰی سے اِک نور کا تخت اُترا — اِک فوج فرشتوں کی ہمراہ سوار آئی
اِک ساعتِ نورانی خورشید سے روشن تر — پہلو میں لئے جلوے بے حد و شمار آئی
کافور ہوا باطل سب ظلم ہوئے زائل — اُس شمس نے دکھلائی جب شانِ خود آرائی
ابلیس ہوا غارت چوپٹ ہوا کام اُس کا
توحید کی یورش نے در چھوڑا نہ بام اُس کا

جب اسے مغلوب کرلیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ ’’سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور کس ارادے سے آئے ہو؟‘‘ اس نے کہا میری جان بخشی کی جائے تو میں بتا دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اگر تم ساری بات سچ سچ بتا دو تو پھر تمہیں معاف کر دیا جائے گا جس پر اس نے سارا قصہ من وعن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ ابوسفیان نے اس سے اس اس قدر انعام کا وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد یہ شخص چند دن تک مدینہ میں ٹھہرا اور پھر اپنی خوشی سے مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو گیا۔ (ایضاً صفحہ 741)

جنگ خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت جس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے انتہا نفرت اور بغض تھا، آپؐ کو زہر دے کر مارنا چاہا۔ اس سے آپؐ کے ایک صحابی کی وفات بھی ہوگئی لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا اور اسے معاف کر دیا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ ایک یہودی عورت نے صحابہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانور کے کس حصہ کا گوشت زیادہ پسند ہے؟ صحابہؓ نے بتایا کہ آپ کو دست کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اس پر اس نے بکرا ذبح کیا اور پتھروں پر اس کے کباب بنائے اور پھر اس گوشت میں زہر ملا دیا۔ خصوصاً بازوؤں میں جس کے متعلق اسے بتایا گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

سورج ڈوبنے کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام کی نماز پڑھ کر اپنے ڈیرے کی طرف واپس آرہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ آپ کے خیمے کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا بی بی تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے کہا اے ابوالقاسم! میں آپ کیلئے ایک تحفہ لائی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ساتھی صحابیؓ سے فرمایا جو چیز یہ دیتی ہے اس سے لے لو۔ اس کے بعد آپ کھانے کیلئے بیٹھے تو کھانے پر وہ بھنا ہوا گوشت بھی رکھا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا اور آپ کے ایک صحابی بشیر بن البراء بن المعرور نے بھی ایک لقمہ کھایا۔ اتنے میں باقی صحابہؓ نے بھی گوشت کھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے فرمایا مت کھاؤ کیونکہ اس ہاتھ نے مجھے خبر دی ہے کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے (اسکے یہ معنی نہیں کہ آپ کو اس بارہ میں کوئی الہام ہوا تھا بلکہ یہ عرب کا محاورہ ہے اور اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکا گوشت چکھ کر مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک دیوار کے متعلق آتا ہے کہ وہ گرنا چاہتی تھی، جس کے محض یہ معنی ہیں کہ اس میں گرنے کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ پس اس جگہ پر بھی یہ مراد نہیں کہ آپ نے فرمایا وہ دست بولا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا گوشت چکھنے پر مجھے معلوم ہوا ہے۔ چنانچہ اگلا فقرہ اِن معنوں کی وضاحت کر دیتا ہے) اس پر بشیرؓ نے کہا کہ جس خدا نے آپ کو عزت دی ہے اُس کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ مجھے بھی اس لقمہ میں زہر معلوم ہوا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو پھینک دوں لیکن میں نے سمجھا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو شاید آپ کی طبیعت پر گراں نہ گزرے اور آپ کا کھانا خراب نہ ہو جائے اور جب آپ نے وہ لقمہ نگلا تو میں نے بھی آپ کے تتبع میں وہ نگل لیا۔ گو میرا دل یہ کہہ رہا تھا کہ چونکہ مجھے شبہ ہے کہ اس میں زہر ہے اس لئے کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لقمہ نہ نگلیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد بشیرؓ کی طبیعت خراب ہوگئی اور بعض روایتوں میں تو یہ ہے کہ وہ وہیں خیبر میں فوت ہو گئے اور بعض میں یہ ہے کہ اس کے بعد کچھ عرصہ بیمار رہے اور اس کے بعد فوت ہو گئے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ گوشت اس کا ایک کتے کے آگے ڈلوایا جس کے کھانے سے وہ مر گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بلایا اور فرمایا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا آپ کو یہ کس نے بتایا ہے؟ آپ کے ہاتھ میں اُس وقت بکری کا دست تھا آپ نے فرمایا اس ہاتھ نے مجھے بتایا ہے۔ اس پر اس عورت نے سمجھ لیا کہ آپ پر یہ راز کھل گیا ہے اور اس نے اقرار کیا کہ اس نے زہر ملایا ہے؟ اس پر آپ نے اس سے پوچھا کہ اس ناپسندیدہ فعل پر تم کو کس بات نے آمادہ کیا؟ اُس نے جواب دیا کہ میری قوم سے آپ کی لڑائی ہوئی تھی اور میرے رشتہ دار اس لڑائی میں مارے گئے تھے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ان کو زہر دے دوں، اگر ان کا کاروبار انسانی کاروبار ہوگا تو ہمیں ان سے نجات حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ واقعہ میں نبی ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو خود بچا لے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن کر اُسے معاف فرما دیا اور اُس کی سزا جو یقیناً قتل تھی نہ دی۔ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے مارنے والوں اور اپنے دوستوں کے مارنے والوں کو بخش دیا کرتے تھے اور درحقیقت اُسی وقت آپ سزا دیا کرتے تھے جب کسی شخص کا زندہ رہنا آئندہ بہت سے فتنوں کا موجب ہو سکتا تھا۔

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 193، مطبوعہ قادیان 2014)

فتح کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اپنے اور اپنے صحابہ اور صحابیات اور اپنے عزیز رشتہ داروں کو معاف فرما دیا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس ضمن میں دو واقعہ پیش ہے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

جن لوگوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ ان کے بعض ظالمانہ قتلوں اور ظلموں کی وجہ سے ان کو قتل کیا جائے ان میں سے اکثر کو مسلمانوں کی سفارش پر آپ نے چھوڑ دیا۔ انہی لوگوں میں سے ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا۔ عکرمہ کی بیوی دل سے مسلمان تھی اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! عکرمہ کو بھی آپ معاف فرما دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں! ہم اُسے معاف کرتے ہیں عکرمہ بھاگ کر یمن کی طرف جا رہے تھے کہ بیوی اپنے خاوند کی محبت میں پیچھے پیچھے اُس کی تلاش میں گئی۔ جب وہ ساحل سمندر پر کشتی میں بیٹھے ہوئے عرب کو ہمیشہ کیلئے چھوڑنے پر تیار تھے کہ پراگندہ سر اور پریشان حال بیوی گھبرائی ہوئی پہنچی اور کہا اے میرے چچا کے بیٹے! (عرب عورتیں اپنے خاندوں کو چچا کا بیٹا

نعت خیر البشرؐ

کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

السلام ! اے ہادی راہ ہدیٰ جان جہاں
والصلوٰۃ ! اے خیر مطلق اے شہ کون ومکاں

تیرے ملنے سے ملا ہم کو وہ ’’مقصود حیات‘‘
تجھ کو پاکر ہم نے پایا ’’کام دل‘‘ آرام جاں

آپ چل کر تو نے دکھلا دی رَہِ وصل حبیب
تو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یار بے نشاں

ہے کشادہ آپؐ کا باب سخا سب کے لئے
زیرِ احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد و زن پیر و جواں

تشنہ روحیں ہو گئیں سیراب تیرے فیض سے
علم و عرفانِ خُداوندی کے بحر بیکراں

ایک ہی زِینہ ہے اب بام مُراد وصل کا
بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وہ دِلستاں

تو وہ آئینہ ہے جس نے منہ دِکھایا یار کا
جسم خاکی کو عطا کی روح اے جان جہاں

تا قیامت جو رہے تازہ تری تعلیم ہے
تو ہے روحانی مریضوں کا طبیبِ جاوداں

ہے یہی ماہِ مبیں جس پر زوال آتا نہیں
ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں بادِ خزاں

’’کوئی رہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں‘‘
خوب فرمایا یہ نکتہ مہدی آخر زماں

یہ دُعا ہے میرا دل ہو اور تیرا پیار ہو
میرا سر ہو اور تیرا پاک سنگ آستاں

کہا کرتی تھیں) اتنے شریف اور اتنے رحمدل انسان کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ عکرمہ نے حیرت سے اپنی بیوی سے پوچھا کیا میری ان ساری دشمنیوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف کر دیں گے؟ عکرمہ کی بیوی نے کہا ہاں ہاں! میں نے اُن سے عہد لے لیا ہے اور انہوں نے تم کو معاف کر دیا ہے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللہ! میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے میرے جیسے انسان کو بھی معاف کر دیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے ہم نے تم کو معاف کر دیا ہے۔ عکرمہ نے کہا جو شخص اتنے شدید دشمنوں کو معاف کر سکتا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم اسکے بندے اور اُسکے رسول ہو اور پھر شرم سے اپنا سر جھکا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حیا کی حالت کو دیکھ کر اسکے دل کی تسلی کیلئے فرمایا۔ عکرمہ! ہم نے تمہیں صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس سے زائد یہ بات بھی ہے کہ اگر آج کوئی ایسی چیز مجھ سے مانگو جس کے دینے کی مجھ میں طاقت ہو تو میں وہ بھی تمہیں دے دوں گا۔ عکرمہ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! اور اس سے زیادہ میری خواہش کیا ہو سکتی ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ میں نے جو آپ کی دشمنیاں کی ہیں وہ مجھے معاف کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا اَے میرے اللہ! وہ تمام دشمنیاں جو عکرمہ نے مجھ سے کی ہیں اسے معاف کر دے اور وہ تمام گالیاں جو اس کے منہ سے نکلی ہیں وہ اسے بخش دے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور اپنی چادر اُتار کر اس کے اُوپر ڈال دی اور فرمایا جو اللہ پر ایمان لاتے ہوئے ہمارے پاس آتا ہے ہمارا گھر اُس کا گھر ہے اور ہماری جگہ اُس کی جگہ ہے۔

ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

وہ لوگ جن کے قتل کا حکم دیا گیا تھا اُن میں وہ شخص بھی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینبؓ کی ہلاکت کا موجب ہوا تھا۔ اس شخص کا نام ہبارؔ تھا۔ اس نے حضرت زینبؓ کے اُونٹ کا تنگ کاٹ دیا تھا اور حضرت زینبؓ اُونٹ سے نیچے جا پڑی تھیں جس کی وجہ سے اُن کا حمل ضائع ہو گیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ فوت ہو گئیں۔ علاوہ اَور جرائم کے یہ جرم بھی اس کو قتل کا مستحق بناتا تھا۔ یہ شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا اے اللہ کے نبی! میں آپ سے بھاگ کر ایران کی طرف چلا گیا تھا پھر میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ سے ہمارے شرک کے خیالات کو دور کیا ہے اور ہمیں روحانی ہلاکت سے بچایا ہے میں غیر لوگوں میں جانے کی بجائے کیوں نہ اس کے پاس جاؤں اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اُس سے معافی مانگوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ہبار! جب خدا نے تمہارے دل میں اسلام کی محبت پیدا کر دی ہے تو میں تمہارے گناہوں کو کیوں نہ معاف کروں۔ جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا اسلام نے تمہارے سب پہلے قصور مٹا دیئے ہیں۔ (ایضاً صفحہ 221)

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لا محال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت کی توفیق عطا کرے جس کے نتیجہ میں ہم اپنے پیارے آقا کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل کرنے والے ہوں اور آپؐ کے بتائے ہوئے راستوں سے سرمو انحراف کرنے والے نہ ہوں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

......☆......☆......☆......

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE
RSB Traders & whole seller

Specialist in Teddy Bear Ladies & Kids items, All Types of Bags & Garments items
Mob: 9647960851
9082768330
Branch: Aroti Tola Po muluk Bolpur-Birbhum
Head office: Q84 Akra Road Po.Bartala, Kolkata-18
طالب دعا : جانِ عالم شیخ
(جماعت احمدیہ شانتی نکیتن، بولپور، بیربھوم۔بنگال)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدرگاہِ ذی شان خیر الانام شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غُلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل زہے حُسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال وہ سب آپؐ میں جمع ہیں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لِیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

مقدّس حیات اور مُطہر مذاق اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں سپہدارِ افواجِ قُدوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

EHSAN
DISH SERVICE CENTER
Opp. Four Storey Civil Lines Qadian
All types of Dish & Mobile Recharge
(MTA کا خاص انتظام ہے)
Mobile : 9915957664, 9530536272

بقیہ اداریہ از صفحہ اوّل

لوگوں کے اخلاق اس قدر گرے ہوئے اور ذلیل ہوتے ہیں کہ انسانیت کو ان سے شرم آتی ہے ان کی یہ جرأت محض اس وجہ سے ہے کہ اس وقت عیسائیوں کو حکومت حاصل ہے اور ان کو یہ شرم بھی نہیں آتی کہ جب مسلمان دُنیا پر حاکم تھے اور مسیحیوں کا اس سے بھی پتلا حال تھا کہ جو اس وقت مسلمانوں کا مسیحیوں کے مقابل پر ہے اس وقت بھی مسلمانوں نے یسوع ناصری کے بارہ میں سخت الفاظ کبھی استعمال نہیں کئے۔ مسلمانوں نے ہزار سال تک مسیحی ممالک پر حکومت کر کے اُن کے سردار کی جس عزت کا اظہار کیا کاش مسیحی لوگ دو تین سو سال کی حکومت پر ایسے مغرور نہ ہو جاتے کہ اس نبیوں کے سردارؐ پر اس طرح درندوں کی طرح حملے کرتے اور مسلمانوں کے اس احسان کا کچھ تو خیال کرتے کہ انہوں نے یسوع کے خلاف کبھی جارحانہ قدم نہیں اٹھایا ورنہ حق یہ ہے کہ مسلمان یسوع کی نسبت اس سے بہت زیادہ کہہ سکتے ہیں جو مسیحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ 253)

اس اعتراض کا جواب کہ حضرت عائشہؓ کی شادی 9 برس کی عمر میں ہوئی

اب ہم پادری فتح مسیح کے اِس سوال کا کہ اگر آنحضرتؐ اِس زمانہ میں گورنمنٹ انگریزی کی عملداری میں ہوتے تو گورنمنٹ ان سے کیا سلوک کرتی؟ اور اسی طرح 9 سال کی عمر میں شادی پر اعتراض کا جواب ذیل میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرشوکت الفاظ میں پیش کرتے ہیں آپؑ فرماتے ہیں :

آپ نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کر کے نو برس کی رسم شادی کا ذکر لکھا ہے، اوّل تو نو برس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ثابت نہیں اور نہ اس میں کوئی وحی ہوئی اور نہ اخبار متواترہ سے ثابت ہوا کہ ضرور نو برس ہی تھے۔ صرف ایک راوی سے منقول ہے۔ عرب کے لوگ تقویم پترے نہیں رکھا کرتے تھے کیونکہ اُمّی تھے اور دو تین برس کی کمی بیشی ان کی حالت پر نظر کر کے ایک عام بات ہے جیسے کہ ہمارے ملک میں بھی اکثر ناخواندہ لوگ دو چار برس کے فرق کو اچھی طرح محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ پھر اگر فرض کے طور پر تسلیم بھی کر لیں کہ فی الواقع دن دن کا حساب کر کے نو برس ہی تھے، لیکن پھر بھی کوئی عقلمند اعتراض نہیں کریگا مگر احمق کا کوئی علاج نہیں۔ ہم آپ کو اپنے رسالہ میں ثابت کر کے دکھا دیں گے کہ حال کے محقق ڈاکٹروں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ نو برس تک بھی لڑکیاں بالغ ہو سکتی ہیں بلکہ سات برس تک بھی اولاد ہو سکتی ہے اور بڑے بڑے مشاہدات سے ڈاکٹروں نے اس کو ثابت کیا ہے اور خود صدہا لوگوں کی یہ بات چشم دید ہے کہ اسی ملک میں آٹھ آٹھ نو نو برس کی لڑکیوں کے یہاں اولاد موجود ہے۔

(نُورالقرآن نمبر 2، رُوحانی خزائن جلد 9 صفحہ 377)

اس اعتراض کا جواب کہ گورنمنٹ کے قانون میں شادی کی عمر 18 سال ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

آپ پر تو کچھ بھی افسوس نہیں اور نہ کرنا چاہئے کیونکہ آپ صرف متعصب ہی نہیں بلکہ اول درجہ کے احمق بھی ہیں۔ آپ کو اب تک اتنی بھی خبر نہیں کہ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق ان کی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بِنا پر تیار ہوتے ہیں۔ ان میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی اور جو بار بار آپ گورنمنٹ انگریزی کا ذکر کرتے ہیں یہ بات بالکل سچ ہے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے شکر گزار ہیں اور اس کے خیر خواہ ہیں اور جب تک زندہ ہیں رہیں گے مگر تاہم ہم اس کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے اور نہ اس کے قوانین کو حکیمانہ تحقیقاتوں پر مبنی سمجھتے ہیں بلکہ قوانین بنانے کا اصول رعایا کی کثرت رائے ہے۔ گورنمنٹ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تا وہ اپنے قوانین میں غلطی نہ کرے اگر ایسے ہی قوانین محفوظ ہوتے تو ہمیشہ نئے نئے قانون کیوں بنتے رہتے انگلستان میں لڑکیوں کے بلوغ کا زمانہ (18) برس قرار دیا ہے اور گرم ملکوں میں تو لڑکیاں بہت جلد بالغ ہو جاتی ہیں۔ آپ اگر گورنمنٹ کے قوانین کو کالوحی من السماء سمجھتے ہیں کہ ان میں امکان غلطی نہیں تو ہمیں بواپسی ڈاک اطلاع دیں تا انجیل اور قانون کا تھوڑا سا مقابلہ کر کے آپ کی کچھ خدمت کی جائے۔ غرض گورنمنٹ نے اب تک کوئی اشتہار نہیں دیا کہ ہمارے قوانین بھی توریت اور انجیل کی طرح خطا اور غلطی سے خالی ہیں اگر آپ کو کوئی اشتہار پہنچا ہو تو اس کی ایک نقل ہمیں بھی بھیج دیں پھر اگر گورنمنٹ کے قوانین خدا کی کتابوں کی طرح خطا سے خالی نہیں تو ان کا ذکر کرنا یا تو حمق کی وجہ سے ہے یا تعصب کے سبب سے، مگر آپ معذور ہیں۔ (ایضاً صفحہ 378)

یورپ کے ڈاکٹروں کی تحقیق کہ 9 برس بلکہ 7 برس تک بھی لڑکیاں بالغ ہو جاتی ہیں

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

اگر گورنمنٹ کو اپنے قانون پر اعتماد تھا تو کیوں ان ڈاکٹروں کو سزا نہیں دی جنھوں نے حال میں یورپ میں بڑی تحقیقات سے نو (9) برس بلکہ سات برس کو بھی بعض عورتوں کے بلوغ کا زمانہ قرار دے دیا ہے اور نو (9) برس کی عمر کے متعلق آپ اعتراض کر کے پھر توریت یا انجیل کا کوئی حوالہ نہ دے سکے صرف گورنمنٹ کے قانون کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا توریت اور انجیل پر ایمان نہیں رہا ورنہ نو برس کی حرمت یا تو توریت سے ثابت کرتے یا انجیل سے ثابت کرنی چاہئے تھی پادری صاحب یہی تو دجل ہے کہ الہامی کتب کے مسائل میں آپ نے گورنمنٹ کے قانون کو پیش کر دیا۔ (ایضاً صفحہ 379)

اس گستاخی بھرے سوال کا الزامی جواب کہ آنحضرتؐ اگر اس زمانہ میں ہوتے تو گورنمنٹ انگریزی اُن سے کیا سلوک کرتی؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر آپ کے نزدیک گورنمنٹ کے قانون کی تمام باتیں خطا سے خالی ہیں اور الہامی کتابوں کی طرح بلکہ ان سے افضل ہیں تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ (1) جن نبیوںؑ نے خلاف قانون انگریزی کئی لاکھ شیر خوار بچے قتل کئے اگر وہ اِسوقت ہوتے تو گورنمنٹ ان سے کیا معاملہ کرتی؟ (2) اگر وہ لوگ گورنمنٹ کے سامنے چالان ہو کر آتے جنھوں نے بیگانے کھیتوں کے خوشے توڑ کر کھا لئے تھے تو گورنمنٹ اُنکو اور انکے اجازت دینیوالے کو کیا کیا سزا دیتی؟ (3) پھر میں پوچھتا ہوں کہ وہ شخص جو انجیر کا پھل کھانے دوڑا تھا اور انجیل سے ثابت ہے کہ وہ انجیر کا درخت اسکی ملکیت نہ تھا بلکہ غیر کی ملک تھا، اگر وہ شخص گورنمنٹ کے سامنے یہ حرکت کرتا تو گورنمنٹ اسکو کیا سزا دیتی؟ (4) انجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے سؤر جو بیگانہ مال تھے اور جنکی تعداد بقول پادری کلارک دو ہزار تھے مسیح نے تلف کئے اب آپ ہی بتلائیں کہ تعزیرات کی رو سے اسکی سزا کیا ہے؟

بالفعل اسی قدر لکھنا کافی ہے جواب ضرور لکھیں تا اور بہت سے سوال کئے جائیں۔

پادری فتح مسیح کو نصیحت کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کرنا چاہئے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : پادری صاحب! آپ کا یہ خیال کہ نو (9) برس کی لڑکی سے جماع کرنا زنا کے حکم میں ہے سراسر غلط ہے آپ کی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل سے اسکو ثابت کرتے۔ انجیل نے آپ کو دھکے دیئے اور وہاں ہاتھ نہ پڑا تو گورنمنٹ کے پیروں پر آ پڑے۔ یاد رکھیں کہ یہ گالیاں محض شیطانی تعصب سے ہیں۔ جناب مقدس نبویؐ کی نسبت فسق و فجور کی تہمت لگانا یہ افترا شیطانوں کا کام ہے ان دو مقدس نبیوں پر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام پر بعض بدذات اور خبیث لوگوں نے سخت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان پلیدوں نے لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَیۡهِمۡ پہلے نبیؐ کو تو زانی قرار دیا جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو ولد الزنا کہا جیسا کہ پلید طبع یہودیوں نے۔ آپ کو چاہئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔ (ایضاً صفحہ 680)

اس گستاخی بھرے سوال کا حقیقی اور لرزہ خیز جواب کہ آنحضرتؐ اگر اس زمانہ میں ہوتے تو گورنمنٹ انگریزی اُن سے کیا سلوک کرتی؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

پادری صاحب آپ کا یہ سوال کہ اگر آج ایسا شخص جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں ہوتا تو گورنمنٹ اس سے کیا کرتی۔ آپ کو واضح ہو کہ اگر وہ سیّد الکونین اس گورنمنٹ کے زمانہ میں ہوتے تو یہ سعادت مند گورنمنٹ ان کی کفش برداری اپنا فخر سمجھتی جیسا کہ قیصر روم صرف تصویر دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ آپ کی یہ نالیاقتی اور ناسعادتی ہے کہ اس گورنمنٹ پر ایسی بدظنی رکھتے ہیں کہ گویا وہ خدا کے مقدسوں کی دشمن ہے۔ یہ گورنمنٹ اس زمانہ

میں ادنیٰ ادنیٰ امیر مسلمانوں کی عزت کرتی ہے۔ دیکھو نصر اللہ خاں جو اس جناب کے غلاموں جیسا بھی درجہ نہیں رکھتا ہماری قیصرۂ ہند دام اقبالہا نے کیسی اس کی عزت کی ہے پھر وہ عالی جناب مقدس ذاتؐ جو اس دنیا میں بھی وہ مرتبہ رکھتا تھا کہ بادشاہ اس کے قدموں پر گرتے تھے اگر وہ اس وقت میں ہوتا تو بے شک یہ گورنمنٹ اس کی جناب سے خادمانہ اور متواضعانہ طور پر پیش آتی۔ الٰہی گورنمنٹ کے آگے انسانی گورنمنٹوں کو بجز عجز و نیاز کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ قیصر روم جو آنجنابؐ کے وقت میں عیسائی بادشاہ اور اس گورنمنٹ سے اقبال میں کچھ کم نہ تھا وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہو سکتی کہ میں اس عظیم الشان نبی کی صحبت میں رہ سکتا تو میں آپ کے پاؤں دھویا کرتا سو جو قیصر روم نے کہا، یقیناً یہ سعادت مند گورنمنٹ بھی وہی بات کہتی بلکہ اس سے بڑھ کر کہتی۔

ایک ہزار روپے کا پُر شوکت انعامی چیلنج

فرمایا: اگر حضرت مسیحؑ کی نسبت اُس وقت کے کسی چھوٹے سے جاگیردار نے بھی یہ کلمہ کہا ہو جو قیصر روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا جو آج تک نہایت صحیح تاریخ اور احادیث صحیحہ میں لکھا ہوا موجود ہے تو ہم آپ کو ابھی ہزار روپیہ نقد بطور انعام کے دیں گے اگر آپ ثابت کر سکیں۔ اور اگر آپ یہ ثبوت نہ دے سکیں تو اس ذلیل زندگی سے آپ کیلئے مرنا بہتر ہے کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا کہ قیصر روم اِس گورنمنٹ عالیہ کا ہم مرتبہ تھا بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس کی طاقت کے برابر اور کوئی طاقت دنیا میں موجود نہ تھی ہماری گورنمنٹ تو اُس درجہ تک نہیں پہنچی پھر جبکہ قیصر باوجود اس شہنشاہی کے آہ کھینچ کر یہ بات کہتا ہے کہ اگر میں اس عالی جناب کی خدمت میں پہنچ سکتا تو آنجنابؐ اقدس کے پاؤں دھویا کرتا تو کیا یہ گورنمنٹ اس سے کم حصہ لیتی میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ضرور یہ گورنمنٹ بھی ایسے شہنشاہ کے پاؤں میں گرنا اپنا فخر سمجھتی کیونکہ یہ گورنمنٹ اس آسمانی بادشاہ سے منکر نہیں جس کی طاقتوں کے آگے انسان اک مرے ہوئے کیڑے کے برابر نہیں ......

ہاں اگر یہ سوال پیش ہو کہ اگر کوئی ایسا شخص اِس گورنمنٹ کے ملک میں یہ غوغا مچاتا کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں تو گورنمنٹ اُس کا تدارک کیا کرتی؟ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ مہربان گورنمنٹ اس کو کسی ڈاکٹر کے سپرد کرتی تا اس کے دماغ کی اصلاح ہو یا اس بڑے گھر میں محفوظ رکھتی جس میں بمقام لاہور اس قسم کے بہت لوگ جمع ہیں۔ (ایضاً صفحہ 382)

آنحضرتؐ اور مسیحؑ کے مرتبہ میں نمایاں فرق — ایک شاندار موازنہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب ہم حضرت مسیح اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات میں بھی مقابلہ کرتے ہیں کہ موجودہ گورنمنٹوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور کس قدر ان کے ربّانی رعب یا الٰہی تائید نے اثر دکھایا تو ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح میں بمقابلہ جناب مقدس نبوی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی تو کیا نبوت کی شان بھی پائی نہیں جاتی۔ جناب مقدس نبوی کے جب پادشاہوں کے نام فرمان جاری ہوئے تو قیصر روم نے آہ کھینچ کر کہا میں تو عیسائیوں کے پنجہ میں مبتلا ہوں۔ کاش اگر مجھے اس جگہ سے نکلنے کی گنجائش ہوتی تو میں اپنا فخر سمجھتا کہ خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور غلاموں کی طرح جناب مقدس کے پاؤں دھویا کروں مگر ایک خبیث اور پلید دل پادشاہ کسریٰ ایران کے فرمان روا نے غصہ میں آکر آپ کے پکڑنے کیلئے سپاہی بھیج دیئے وہ شام کے قریب پہنچے اور کہا کہ ہمیں گرفتاری کا حکم ہے آپ نے اس بے ہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا تم اسلام قبول کرو۔ اس وقت آپ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے مگر ربّانی رعب سے وہ دونوں بید کی طرح کانپ رہے تھے آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جناب عالی کا کیا جواب ہے کہ ہم جواب ہی لے جائیں حضرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کل تمہیں جواب ملے گا۔ صبح کو جو وہ حاضر ہوئے تو آنجنابؐ نے فرمایا کہ وہ جسے تم خداوند خداوند کہتے ہو، وہ خداوند نہیں ہے خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی مگر تمہارا خداوند آج رات کو مارا گیا میرے سچے خداوند نے اسی کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا سو وہ آج رات اسکے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور یہی جواب ہے۔ یہ بڑا معجزہ تھا۔ اس کو دیکھ کر اس ملک کے ہزارہا لوگ ایمان لائے کیونکہ اسی رات درحقیقت خسرو پرویز یعنی کسریٰ مارا گیا تھا اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بیان انجیلوں کی بے سروپا اور بے اصل باتوں کی طرح نہیں بلکہ احادیث صحیحہ اور تاریخی ثبوت اور مخالفوں کے اقرار سے ثابت ہے۔ چنانچہ ڈیون پورٹ صاحب بھی اس قصہ کو اپنی کتاب میں لکھتا ہے لیکن اس وقت کے بادشاہوں کے سامنے حضرت مسیح کی جو عزت تھی وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ وہ اوراق شائد اب تک انجیل میں موجود ہوں گے جن میں لکھا ہے کہ ہیرودیس نے حضرت مسیح کو مجرموں کی طرح پلاطوس کی طرف چالان کیا اور وہ ایک مدت تک شاہی حوالات میں رہے۔ کچھ بھی خدائی پیش نہیں گئی اور کسی پادشاہ نے یہ نہ کہا کہ میرا فخر ہوگا اگر میں اُس کی خدمت میں رہوں اور اس کے پاؤں دھویا کروں بلکہ پلاطوس نے یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ کیا یہی خدائی تھی عجیب مقابلہ ہے۔ دو شخصوں کو ایک ہی قسم کے واقعات پیش آئے اور دونوں نتیجہ میں ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ثابت ہوتے ہیں۔ ایک شخص کے گرفتار کرنے کو ایک متکبر جبار کا شیطان کے وسوسہ سے برانگیختہ ہونا اور خود آخر لعنت الٰہی میں گرفتار ہو کر اپنے بیٹے کے ہاتھ سے بڑی ذلت کے ساتھ قتل کیا جانا اور ایک دوسرا انسان جسے قطع نظر اپنے اصلی دعووں کے غلو کرنے والوں نے آسمان پر چڑھا رکھا ہے، سچ مچ گرفتار ہو جانا، چالان کیا جانا اور عجیب ہیئت کے ساتھ ظالم پولیس کی حوالت میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کیا جانا...... افسوس یہ عقل کی ترقی کا زمانہ اور ایسے بے ہودہ عقائد۔ شرم! شرم! شرم۔ (ایضاً صفحہ 384)

وہ حدیث جس میں قیصر نے پاؤں دھونے کی خواہش کا اظہار کیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر یہ کہو کہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ قیصر روم نے یہ تمنا کی کہ اگر میں جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں ایک ادنیٰ خادم بن کر پاؤں دھویا کرتا اسکے جواب میں آپ کیلئے اصح الکتب بعد کتب اللہ صحیح بخاری کی عبارت لکھتا ہوں ذرا آنکھیں کھولکر پڑھو اور وہ یہ ہے:

وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَلَمْ اَكُ اَظُنُّ اَنَّهٗ مِنْكُمْ فَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَآءَهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ یعنی یہ تو مجھے معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان آنے والا ہے مگر مجھ کو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تم میں سے ہی (اے اہل عرب) پیدا ہوگا پس اگر میں اس کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں بہت ہی کوشش کرتا کہ اس کا دیدار مجھے نصیب ہو اور اگر میں اس کی خدمت میں ہوتا تو میں اس کے پاؤں دھویا کرتا۔ **اب اگر کچھ غیرت اور شرم ہے تو مسیح کے لئے یہ تعظیم کسی بادشاہ کی طرف سے جو اس کے زمانہ میں تھا پیش کرو اور نقد ہزار روپیہ ہم سے لو** اور کچھ ضرورت نہیں کہ انجیل سے ہی بلکہ پیش کرو اگرچہ کوئی نجاست میں پڑا ہوا ورق ہی پیش کر دو اور اگر کوئی بادشاہ یا امیر نہیں تو کوئی چھوٹا سا نواب ہی پیش کر دو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ پس یہ عذاب بھی جہنم کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہ آپ ہی بات کو اٹھا کر پھر آپ ہی ملزم ہو گئے۔ شاباش! شاباش! شاباش! خوب پادری ہو۔ (ایضاً صفحہ 386)

آئندہ انشاء اللہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج ہم قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

Near Railway Gate, Soro, Balasore-45, ODISHA
Prop. : Sk. Ishaque, Con. No. 7873776617, 9778116653, 9937080096
طالب دعا: شیخ اسحٰق، جماعت احمدیہ سورو (صوبہ اڈیشہ)

Zaid Auto Repair
زید آٹو رِپیئر
Mob. 9041492415 - 9779993615
Deals in: Repair of All Types of 4 Stroke & 2 Stroke Vehicles
Shop No. 7,Front of Guru Nanak Filling Station
Harchowal Road, White Ayenue Qadian
طالب دعا: صالح محمد زید مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین

یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اِسی دُنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رُتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زِندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔" (کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 13)

اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلو

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنے، اللہ تعالیٰ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے ہمیں ایک اصول بیان فرما دیا کہ یہ باتیں تم تبھی حاصل کر سکتے ہو جب تم اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلو اور اس اُسوہ کو دیکھنے کیلئے، سمجھنے کیلئے، اس پر عمل کرنے کیلئے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ذریعہ وہ سب باتیں بھی ہمیں پہنچا دیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمل فرمایا کرتے تھے، یہ بات بھی سمجھنی ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ کام کرنے والے اور بات کرنے والے تھے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہے۔"

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان 2016)

اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور اپنے دوست احباب کو بھی اسکے پڑھنے کی ترغیب دیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اخبار بدر کے خصوصی شمارہ دسمبر 2014 کے لئے اپنا پیغام ارسال کرتے ہوئے فرمایا:

"یہ بات بدر کے ادارہ اور قارئین کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ یہ اخبار احباب جماعت کی روحانی اصلاح اور ترقی کیلئے جاری کیا گیا تھا اور ہمارے بزرگوں نے باوجود نامساعد حالات کے پوری جانفشانی سے اسے ہمیشہ جاری رکھنے کی سعی کی اور ان کی دعاؤں اور پاک کوششوں کی برکت سے ہی آج تک یہ جاری ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ احمدی اسے پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہندوستان کے احمدیوں کو بالخصوص اور باقی دُنیا میں بسنے والے احمدیوں کو بالعموم اس کے مطالعہ کی اور اس سے وابستہ برکتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔"

سیّدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس نہایت اہم اور بصیرت افروز ارشاد کے پیش نظر احباب جماعت احمدیہ کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ ہر گھر میں اخبار بدر کے مطالعہ کو یقینی بنایا جانا بہت ضروری ہے۔ اخبار بدر میں قرآن وحدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کے علاوہ حضور انور کے خطبات جمعہ، خطابات، نیز حضور انور کے مختلف ممالک کے بابرکت دوروں کی نہایت دلچسپ اور ایمان افروز رپورٹیں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں جس کا مطالعہ ہر احمدی کیلئے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت سے اب یہ اخبار اردو کے علاوہ ہندی، بنگلہ، تامل، تیلگو، ملیالم، اُڑیہ، کنڑ زبانوں میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ جن احمدی دوستوں نے اب تک اخبار بدر اپنے نام جاری نہیں کروایا ہے، ان سے درخواست ہے کہ اخبار بدر اپنے نام جاری کروا کر خود بھی اس کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں اور گھر کے دیگر افراد کو بھی اس کے مطالعہ کا موقع فراہم کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیّدنا حضرت امیر المومنین کے ارشادات پر من وعن ان کی حقیقی روح کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اخبار بدر کے وقت پر نہ پہنچنے نیز چندہ جات کی ادائیگی یا کسی بھی طرح کی معلومات کیلئے دفتر مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر سے رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ (مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر قادیان)

SUIT SPECIALIST
Proprietor
SYED ZAKI AHMAD
Bandra, Mumbai
Mobile : 09867806905

TAHIRA ENTERPRISE
Manufacturer of Leather & Rexine Goods
(Belts, Wallets, Ladies Bags,etc)
Prop. : Mashooque Alam, Kolkata (WEST BENGAL)
Mob : 9830464271, 967455863

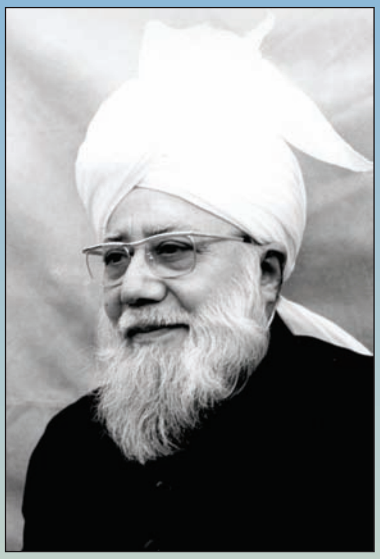

ہم اپنے محبوب آقا کو اپنے لئے ہمیشہ اُسوۂ حسنہ بنائے رکھیں گے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

’’ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنا ہادی اور رہبر تسلیم کیا ہے اور اپنے ربّ رحیم کے حکم کے ماتحت اور اس کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لئے یہ عہد کیا ہے کہ ہم اپنے محبوب آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے لئے ہمیشہ اسوۂ حسنہ بنائے رکھیں گے اور وہی رنگ اپنی طبیعتوں پر اور اپنی زندگیوں پر چڑھانے کی کوشش کرتے رہیں گے جس رنگ کو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فطرت صحیحہ پر چڑھایا تھا اور یہ صفات باری کے انوار کا حسین رنگ تھا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24؍فروری 1967 بحوالہ خطبات ناصر، جلد 1، صفحہ 588)

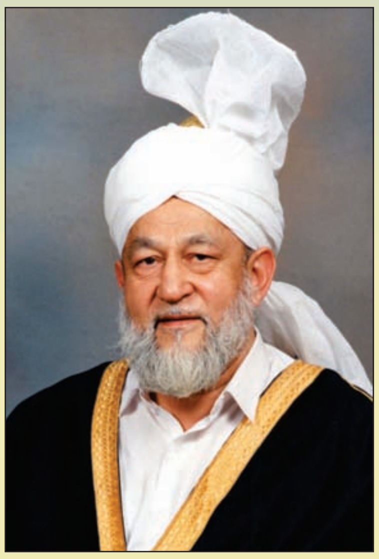

کوئی اور نُور دُنیا کا اسکے سامنے چمکنے کی مجال نہیں رکھتا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

’’جیسے دُنیاوی نظام میں سورج کی مثال ہے ویسا ہی رُوحانی نظام میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود ہے جو خدا کے نُور کا وہ پردہ ہے جس سے زیادہ روشن تر پردہ ہماری دُنیا کے انسانوں کو دکھائی نہیں دیا، نہ دے سکتا ہے۔ وہ ایسا نور کا روشن پردہ ہے کہ جب ظاہر ہوتا ہے تو ہر نُور والا اس کے سامنے مٹ جاتا ہے نہ چاند کا وجود رہتا ہے نہ ستارے چمکتے ہیں کوئی اور نُور دُنیا کا اس کے سامنے چمکنے کی مجال نہیں رکھتا...... یہ وہ نُور ہے جس کی طرف ہم نے تمام دُنیا کو بلانا ہے اور اسی کا ہمیں اِذن دیا گیا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم مارچ 1996 بحوالہ خطبات طاہر، جلد 15، صفحہ 160)

اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرّہ درود سے مہک اُٹھے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ہمارا ابھی کام ہے...... کہ اپنی دعاؤں کو درود میں ڈھال دیں اور فضا میں اتنا درود صدق دل کے ساتھ بکھیریں کہ فضا کا ہر ذرہ درود سے مہک اٹھے اور ہماری تمام دعائیں اس درود کے وسیلے سے خدا تعالیٰ کے دربار میں پہنچ کر قبولیت کا درجہ پانے والی ہوں۔ یہ ہے اس پیار اور محبت کا اظہار جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات سے ہونا چاہئے اور آپؐ کی آل سے ہونا چاہئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24؍فروری 2006 بحوالہ اخبار بدر 13؍اپریل 2006)

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile : +91 82830 58886
E-mail : badrqadian@rediffmail.com
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 70 Thursday 30-September - 7-October - 2021 Issue. 39-40

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com
SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs.800/-
By Air : 50 Pounds or
: 80 U.S $ or
: 60 Euro

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے

اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربی اعظم ہے۔ یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فساد اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ کو پھر زمین پر قائم کیا۔ جس نے تمام مذاہب باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر یک گمراہ کے شبہات مٹائے جس نے ہر یک ملحد کے وسواس دور کئے اور سچا سامان نجات کا......اصول حقہ کی تعلیم سے از سر نو عطا فرمایا۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1، صفحہ 97، حاشیہ نمبر 6)

اعلیٰ درجہ کا یکرنگ صاف باطن نبی

آنحضرت اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم رُوحانی خزائن جلد 1، صفحہ 111)

یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے

مَیں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اِس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی۔

(حقیقۃ الوحی رُوحانی خزائن جلد 22 صفحہ 118)

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India Editor:Mansoor Ahmad

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر:۔نگران بدر بورڈ قادیان